

مقر
اربعین

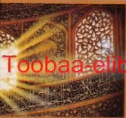


تألیف
شیخ عبد اللہ دانش حفظہ
خطیب مسجد نبویہ

ترتیب و تخریج:
میکان طاہرہ دانش
ایڈیٹر: سید محمد رفیع

مکتبۃ المدینہ اسلامیہ
فیصل آباد، پاکستان

Toobaa-elibrary.blogspot.com



متن اربعین حسین

رضی اللہ عنہ

تالیف: فضیلۃ الشیخ عبداللہ دانش

ترتیب و تخریج: میاں طاہر

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست

13

17

18

21

22

24

24

25

25

26

26

29

29

30

32

34

35

36

کلمہ شکر

1

2

3

4

5

6

7

8

9

10

11

12

13

14

15

16

17

مجموع محفوظات

ناشر ————— محمد ہادی ہام

اجتہاد ————— مولانا محمد دانش مد

پیشہ ————— سعید اقبال طاہر

طابع ————— محمد سلیم پالقیوم

ترجمہ ————— ظہیر طاہر

————— سر سید احمد شاہ

————— کپڑنگی

————— المصطفیٰ الشیخ

————— اکتوبر 2013

————— کتب دست کی ترویج و اشاعت کیلئے

————— مصروف عمل

————— سر سید احمد شاہ

فیصل آباد پاکستان

Call: +92-344-3010777

alharamin777@gmail.com

www.alharamin.org

www.youtube.com/alharamin

37

18 حدیث [3] عقل حسینؑ کی عقل حضور ﷺ کو دکھانی گئی تھی۔

39

19 حدیث [4]

39

42

20 اشرف امارت اربعہ مذکورہ

42

21 حدیث [4] دو گنی امام ہاشمہؑ اور عسمرہؑ۔

45

22 اشرف

47

23 سرمہ ہارک شہر پر شہر ہارایا گیا

48

24 صرف مجبور و موثر نہیں، بلکہ مجبور و مدہ شکن بھی کہتے ہیں

50

25 حدیث میں کے بعد مورخین

52

26 امام ابن تیمیہؒ کا موقف

53

27 علامہ ابن تیمیہؒ کا نام حسینؑ کے لشکر پر دستِ شریعت

54

28 حدیث نمبر

55

29 امام حسینؑ کیوں نکلے جبکہ ہمدانؑ روک رہے تھے؟

57

30 قاتل حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کثیرؓ کا اظہارِ غش

57

31 امام طبرانیؒ کی حدیث یہ روایت بیان کرتے ہیں

59

32 حدیث [7]

60

33 گنج حدیث کے مقابلہ میں قولِ امام

61

34 امام ابن تیمیہؒ کا منقول کردار

62

35 معظمہ ہمدانؑ اور عسمرہؑ

36 امام ابن تیمیہؒ کو یہ کردار عزیمت کہاں سے نصیب ہوا؟

63

37 علامہ ابی بن کثیرؒ یہ حدیث بھی لائے ہیں

63

38 حدیث [4]

63

39 خاصیت کیا ہے؟

64

40 قاتل حسینؑ کی روایت حدیث

66

41 حدیث [4] قاتلِ روان حسینؑ، قاتلِ فاروقِ عظیمؑ

68

42 حدیث [4] فاروقِ عظیمؑ کا اعترافِ شقت

69

43 اشرف

71

44 حدیث [4] حضرات حسینؑ اور حضرت جلالؑ

74

45 حدیث [4] حضور ﷺ اور آلِ بیتِ انت کا ایک ہی گل بھی ہوں گے

74

46 اشرف

77

47 حدیث [4] احترامِ حسینؑ اور نعمان بن بشیرؑ

78

48 اشرف

79

49 رومی جو سائی مازش

79

50 بڑے کا بڑا، کھڑے زان زیادتی

81

51 حدیث [4] حسینؑ کیلئے شقتِ قائم و دائم

82

52 حدیث [4]

83

53 حدیث [4] حسینؑ کیلئے جنت کی بشارت

83

54 مختصر و مفاد

85

55 امت کی بڑھاپی قرینگی اثر کون سے

88

56 حدیث 17 کہاں خون شہیدان؟ کہاں مگر کا لہو؟

88

57 تشریح

89

58 حضرت ابن عمرؓ کی نبیست پر یہ کیلئے

90

59 تشریح

90

60 نبیست اور رشوت

92

61 علامہ نوویؒ کی تشریح حدیث

92

62 نبیست ابن عمرؓ پر امام شافعیؒ کا حوالہ

93

63 ابن عمرؓ کا مکتبہ دوا

95

64 امام حسینؒ کو اوداع کہتے وقت ابن عمرؓ کے ہذبات

95

65 عمر انوس کی خوشامد ملاقت ہے

97

66 حدیث 18 رائے زمین پر افضل ترین اہل بیت

98

67 ہیرو اور ایرو Hero and Zero

99

68 حدیث 19 قول محمد بن ابراہیمؒ

100

69 تشریح

100

70 دور حاضر کی مثالیں

102

71 حدیث 20 ابن عباسؓ کی تفسیر

102

72 تشریح

104

73 حدیث 21

105

74 حدیث 22 لغت کے تحت لوگ

106

75 تشریح

106

76 اس سچ حدیث کی روشنی میں

108

77 حدیث 23 حسینؓ کی شیطان سے حفاظت الہی

108

78 تشریح

109

79 تشریح

111

80 حدیث 24 حسینؓ اور ادا و دشمن ہیں

114

81 حدیث 25 رافعت حسینؓ

114

82 تشریح

115

83 اس حدیث میں (2) ام جریں

117

84 حدیث 26 امام کا جس نے اس سے شہادت سن کر کھریکا

118

85 تشریح

120

86 حدیث 27 خلافت راشدہ کے مخالف بدترین بدعتی ہیں

120

87 تشریح

121

88 حدیث 28 تشریح مزید کے لئے لکھا جانی یہ حدیث کی لکھیں

121

89 اس سچ احادیث کی روشنی میں

123

90 حدیث 29 لکھا ابو ہریرہؓ میں احترام حسینؓ

125

91 حدیث 30 ہم سواران جہنم

125

92 تشریح

126

93 قاتلین حسینؓ کی مردانیت حدیث 31 میں ہے

148

151

152

155

156

157

158

158

159

160

161

162

163

164

165

167

معارف وائیں 113

صرف ام سلمہ رضی کیوں راویہ ہیں؟ 114

حدیث اہل بیت کی طہارت اور پاکیزگی 115

حدیث خود بخود رسا و حسین رضی کی ساری ہنہ 116

تشریح 117

جسم طہیر و طہارہ باعث رحمت 118

حدیث مسکین و غریب منزل موعود پر 119

تشریح 120

محمد بن کرام السجستان کا کردار 121

سیدہ خاتون عاتقہ حسین رضی 122

امام حسین رضی کی مازنی اور انصاری 123

شہادت حسین رضی 124

تشریح 125

واقعے حسین رضی بخسرو حق تعالیٰ 126

تشریح 127

محمد بن کرام کا شان اہل بیت میں تشریف 128

128

128

129

131

131

132

134

135

136

137

138

141

142

143

145

147

147

148

149

94 حدیث اہل بیت حسین رضی محبوب خدا ہیں

95 معارف وائیں

96 تشریح

97 حدیث ایضاً اے قاضی انصاری! اہل بیت کی طہارت و پاکیزگی

98 تشریح

99 طہارہ کا شفاء و رحمت

100 اہل بیت

101 اہل بیت

102 دوسرا مقدمہ

103 اِنَّا نَفْعُكَ لَكَ الْكَوْفَر

104 حدیث اہل بیت صرف حسین رضی کیوں لکھے؟

105 مہاشنہ غفرکہ (2) میں امام حسین رضی کے مہاشنہ ہونے

106 حدیث اہل بیت امام حسین رضی کے منہ میں

107 تشریح

108 حدیث اہل بیت حسین رضی کی تازیانہ واریاں

109 حدیث اہل بیت

110 تشریح

111 بعض لوگ بچوں سے مگر کی چادر واری کے اہل بیت کہتے ہیں

112 حدیث اہل بیت حضرت امام کاظم علیہ السلام میں شہادت حسین رضی

0092-0314-3010777

alhermain777@gmail.com

www.alhermain.org

www.youtube.com/alhermain

HAKIM

Al-Hermain-ul-Islami

مركز الحسين الاسلامي

بغداد، العراق

حسین

نفسی ایچکندہ



میدانِ طاہرہ
عاشق و معشوق
سیرتِ اربعینِ حسین علیہ السلام
فیصل آباد، پاکستان

کلمہ

تاریخ عالم بالخصوص تاریخ اسلام میں حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کی ذات، شخصیت اور کردار کی اہمیت متنازعہ بیان نہیں۔ عہدِ زریں یعنی خلافتِ راشدہ کے بعد جس اہم اور عظیم ترین واقعہ نے اسلام کی فکری، سیاسی، سماجی اور دینی حیثیت پر سب سے زیادہ اثر ڈالا۔ وہ میدانِ کربلا میں امام عالی مقام کی عظیم شہادت ہے۔ امام عالی مقام کی شہادت ایک ایسا المناک اور درد انگیز واقعہ تھا کہ امتِ مسلمہ صدیوں سے آنسو بہانے کے باوجود ان کی شہادت پر آج بھی افسردہ اور غمناک ہے۔ سینکڑوں برس گزر جانے کے باوجود آج بھی اس واقعہ کی یاد اور غم ناز ہے۔

بقولِ امامِ ائمہ اربعہ الکلام آقا زانوینہ "امام حسین علیہ السلام کے جسمِ خوپکان سے دشتِ کربلا میں جس قدر خون بہا تھا اس کے ایک ایک قطرہ کے بدلے دنیا ایک ہائے قائمِ الم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے۔"

شہادتِ امام حسین علیہ السلام امتِ مسلمہ کے لئے ایک عظیم درس ہے۔ اگر ہر بیت کا نظریہ یہی ہے جو اقوام عالم میں ظلم اور کلماری ہیں۔ کہ جنگ جیتنے والا ہی فاتح، غالب اور مصلح مکران ہوتا ہے اور ہارنے والا مغلوب، مظلوم اور باغی ہار ہوتا ہے۔ لیکن یہ نظریہ "کر ہذا" کی جنگ میں غلط نظر آتا ہے۔ "میدانِ کربلا" میں جیت، غلبہ اور فتح تو یہی سپاہی ہوئی تھی۔ جب کہ ہار، ہزیمت اور شہادت سیدنا امام حسین علیہ السلام اور ان کے چائٹار ساتھیوں کے حصے میں آئی تھی، لیکن حق اور سچ یہ ہے کہ امام عالی مقام علیہ السلام دوام اور دائمی دنیا تک کے لئے عزم و استقلال کی علامت بن کر آج مسلمانانِ عالم کے دلوں کی دھڑکن ہیں۔

جب کہ ظاہری طور پر "میدانِ کربلا" کا معرکہ سر کرنے والا اور جیت کا جشن منانے والا آج بھی کلمہ مسلمین عمار کی طرح ٹھٹھکتا، نفرت اور ہجرت کی علامت ہے۔ تاریخ کا جج ہمارے غلط، غلطی اور لوگوں کے سرور و ماعوں سے نکلنے جی سے بکھر مختلف ہوتا ہے۔ یہ حقیقت کسی کی سمجھ

میں آئے یا نہ آئے۔ یاد رکھنے کے باوجود نا جھٹتا چاہے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ لیکن اس کی کو کر فریب، مجبوت اور مجاری کے لبادہ میں نہیں چھپایا جاسکتا کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اور اس سے باز کر کسی کا وعدہ ہو نہیں سکتا۔ وہ اپنے مانتے، چاہتے اور اپنے راستے پر چلنے والوں کی ضرورت زبانی کرتا ہے۔ جنگ کا حقیقی معیار فتح و ہزیمت سے ہے اپنی ناپاکی تمام تر توانیاں اور صلاحیتیں اس کے راستے میں کھپا دینے کا نام ہے۔ نہ کی خواہ کچھ بھی نہیں۔

اسلام میں شہداء حق کا سلسلہ طویل اور دراز تر ہے۔ لیکن معرکہ کربلا میں اہل اور دنیا نے شہداء میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا مرتبہ و مقام کی اعتبار سے ممتاز اور نمایاں ترین ہے۔ امام عالی مقام نے اپنی جاہ کا بیشتر حصہ "عیدان کربلا" میں راکھوں میں شہید کروانے کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کے بیشتر مرد و زن اپنی آنکھوں کے سامنے دین کی سر بلندی کی خاطر قربان کر دیے اور خود دشمن کی صفوں کو تہمتا چھڑتا ہوا ان پر ٹوٹ پڑا، جوان مر دی اور بہادری سے لڑتا ہوا دین اسلام اور شہداء اسلام کی سر بلندی کے لئے بڑے عزیمت و استقامت سے جام شہادت نوش کر گیا۔ شہیدان حق اور فدائیان اسلام ہمیشہ معرکہ حق و باطل میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اسلام کی سر بلندی کا حق ہمیشہ میں جان سے عزیز اور اہم تر ہوتی ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دین و دنیا اور غلبہ و ظفر علی غلبہ کی دینی و روحانی اور فنی و مادی کے امتین تھے۔ وہ خاتون بنت حضرت فاطمہ علیہا السلام اور علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے فرزند ارجمند اور امت مسلمہ کے روحانی امام اور پیشوا تھے۔ حسب ذہب، اعمال، افعال، کردار و علم و فضل اور زہد و ورع میں امت مسلمہ کے لئے پیمانہ و نور اور منبع رشد و تہذیب تھے۔ لیکن بد قسمتی سے امت مسلمہ کا ایک خاص طبقہ عالمی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعلیم ترین قربانی اور شہادت کو ایک دوسرے رنگ اور زاویہ سے دیکھتا ہے۔ جب کہ چند بے اسلام و سرشار پر مجاہد جگہ بنا کر بھری تمام حریت پسند ہستیاں انہی سے مراد آگئی اور بہادری کا درس لیتی تھیں۔ اور وہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کسی بھی حالت میں غلو، حسم، جبر و تشدد اور بریت ایسے ذلیل و پستی جھکندے تسلیم کرنے کی بجائے کٹنا ہرنا اور اہل حق سے منحرف نہ ہونے کی حیات جاودانی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کو چاہیہ انداز مردانہ وار

جینے اور مومنانہ شان سے شہید ہونے اور موت کو گلے لگانے کا درس دیا ہے۔ جب تک انسان اور انسانیت باقی ہے۔ اس وقت تک انسان کے لئے شیعہ رش و رش و اور نشان منزل ہے۔

شہید کا جسمانی و جانچی گرجہ ہماری نگاہوں سے اوصل ہو جاتا ہے مگر وہ روح، وہ اصول، وہ نظریہ حیات جسے وہ اپنے پاک خون سے رنگین کر کے ہماریے انسانوں کے لئے ایک رجسٹر اور ضابطہ کی حیثیت میں چھوڑ جاتا ہے۔ وہ نظریہ اور اصول اس دنیا میں ایسے پختہ ہے کہ آفتاب کی روشنی بھی اس کے سامنے نامی نظر آتی ہے۔ اور خون شہادت سے رنگین و تر اور روشن چہروں کی خوشگونی اور تابانی اس کا نکتہ پستی میں، رب قدر کی عظمت و کبریا کی کے راستے اور نفعے گاتے ہوئے دل مسلم میں جہاد کی اور چنگاری شکار جتی ہے کہ غم شہادت کے بڑے بڑے پیاز لگا کر مومن سے زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ شہید اپنے خون کا نذرانہ دے کر اسی کی زندگی میں ایک نئی روح اور جذبہ چھوکنے والا ہوتا ہے۔ گویا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام انبار و استقامت، جوان مرادی، بہادری اور جانشاری کے تقاریر سے ہماری ماضی کی سب سے بڑی یادگار ہے۔

بعض لوگ بڑی سادگی یا خوشیاری سے صل و دانش کا لہا وادھ کر تاریخ اسلام کے اس اہم ترین واقعہ میں غیر متعلق بلکہ متغیر طور پر گفتگو اور استدلال اختیار کرتے ہیں۔ غیر مجیدہ اور بے اعتبار و بے بنیاد روایات کا سہارا لے کر "حادثہ کربلا" کے ضمن میں اہانت کے مرتکب ٹھہرتے ہیں۔ اپنے دانش ورصل و فکر سے عاری، روایت اور روایت سے بیگانہ ہیں، یا فطری رشتہ کے باوجود دین کی علمی و فکری جولانیاں ان کا ساتھ نہیں دیتی اور وہ اس عظیم اور اہم ترین واقعہ کی حقیقی گہنی کا احساس و ادراک کرنے سے عاری ہیں۔ جس دور کی سیاہ اور ان کے حق و کوار میں امام حسین علیہ السلام ایسے عظیم انسان سے انصاف نہ کر سکیں۔ اس عہد کی بیشتر روایات اور قلم کی ضو و قلم ان کی کوار اور کیسے امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق انصاف کے تقاضے پر سے کر سکتے ہیں۔

میں غیظ و نفد و آتش روز ایک درجہ عقیدہ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے شہدائے کرام ہیں۔ یہ شہر ملی بھری، اسلامی اور تاریخی کتب کے صحت و تکلف ہیں۔ روایت و احادیث کے ساتھ ساتھ علم و تاریخ پر بھی بڑی ہر ایک اور گہری نظر رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ یہ دنیا کا عقیقہ ہے۔ آج کی دنیا کی عفت کا اسلامی تقاضا و اپنی زندگی کا حاصل نہیں ہے۔

میں غیظ و نفد و آتش روز نے بڑی محبت اور عرق ریزی سے مستند اور معتبر روایات کا سہارا لیتے ہوئے ذخیرہ کما وید سے ہی کریم علیہ السلام کی اپنے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق چالیس (40) صحیح احادیث مہار کا مجموعہ "اربعین نام حسین علیہ السلام" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اور بڑے بڑے تسلط و ادب میں امام حسین علیہ السلام کی حیثیت و عظمت اور کردار کو بڑے ہی باوقار انداز میں پیش کیا ہے۔ اس عظیم کوشش پر ہم سب میں غیظ و نفد و آتش روز کے شکر گزار ہوں۔ احسان و ہر دعا کو جس کا اللہ تعالیٰ میں غیظ و نفد و آتش روز کے علم و عمل اور عمر و شہادت و شہادت عطا فرمائے۔

آخر میں میں غیظ و نفد و آتش روز پاکستان کی طرف سے اس عظیم کتاب کی طباعت و اشاعت میں امریکہ میں مقیم میں غیظ و نفد و آتش روز کے شہداء کی اور سماجی حسیب اللہ اور دیگر احباب کا شکر گزار ہوں جن کی محبت و معاونت اس عظیم کتاب "اربعین نام حسین علیہ السلام" کی طباعت و اشاعت کا باعث بنی۔ اللہ ان کی حسرت کو قبول و منظور فرمائے اور اس کتاب کو میں غیظ و نفد و آتش روز اور کارکنان میں غیظ و نفد و آتش روز کے لئے زوار اور رزق و برکت عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین!

وَسَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَآخَرِهِ وَسَلَّمَ

ایضاً

میاں طاہرہ
سکسٹین الماس
0300-2334-3010/777
0300-2334-3010/777
www.ahabib.com

پیش لفظ

ساری کائنات کا کلام بدل چل رہا ہے۔ اور اسے چلانے والا واحد اللہ تعالیٰ ہے۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْوَحْدُ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَأَلَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ أَلْعَلِمَ فَلَا يَمُوتُ بِالْقُسْبِ
(آل عمران: 18)
"اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور (جس شہادت) فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے۔ وہ انصاف پر قائم ہے۔"

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَكُّبُوا إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّاسِ أَنْ يَخْلَعُوا بِالْعَدْلِ
(النساء: 58)
"مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس بات میں دلیل امانت کے سپرد کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

وَتَشْتَ خَلَقْتَ رَبَّنَا صِدْقًا وَعَدْلًا
(الانعام: 115)
"تمہارے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔"
إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
(النحل: 90)
"اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔"

وَأَيُّورُ لَا تُعْدِلُ بَيْنَهُمْ
(الشورى: 15)
"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔"

تشریحی نکات

ساری موجودات کا خالق، جب عادل ہے تو وہ مسلمانوں کو بھی اسی عدل یا سبکی کا حکم دیتا ہے۔ پھر انسانوں کی راہبری کے لئے جسے اپنا پیغمبر مقرر کرتا ہے، اسے بھی عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کافی قرآنی آیات اس موضوع پر موجود ہیں۔ لہذا پیغمبر اسلام ﷺ نے فدا کی روٹی میں، اسی حکام عدل کو حکم کیا اور معاشرے سے ہر قسم و ہر درجہ کو دیکھ کر انکا دلایا۔ پھر اسی حکام عدل و انصاف کو چاروں خلفاء راشدین نے مزید آگے بڑھایا۔ حکم کی پیکل میں پسے والی انسانیت نے کچھ کا سانس لیا۔ معاشی خوشحالی اور احرام انسانیت کا ستیرا دور آیا۔

① خلافت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا نام پیش نہ کیا تھا نہ اس کی خواہش کی تھی۔ زبردستی لوگوں نے بیعت کر کے خلیفہ بنا لیا۔

② حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ خود اپنا نام پیش کیا، نہ خواہش کا اظہار کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے مشورے سے مقرر فرمایا۔

دونوں خلفاء نے خدا سے ڈرے ہوئے اور سچے ہوئے ایام خلافت پورے کئے اور مسلمانوں کے بیت المال کو مالا مال کر دیا۔ نہ اپنے محلات بنائے نہ اپنی اولاد کا کچھ بنایا، وقت رحلت ان مقرر نہیں ٹپکے۔

③ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دو تہہ ہوتے ہوئے بھی مسلمانوں کو نوازتے رہے۔ اپنی ذات کے لئے بیت المال سے کچھ نہ لیا۔

④ چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بالکل درویش ٹپکے، دنیا سے بیزار، آخرت کے طلبگار، نہ خلافت کی تمنا کی، نہ اپنا نام پیش کیا۔ لوگوں نے سرعام مسجد میں پکار کر بیعت کر لی۔ شہادت حیدر رضی اللہ عنہ کے بعد، مختصر مدت کے لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت لوگوں نے کر لی۔ مگر

انہوں نے خود نام پیش نہ کیا، نہ اس کی آرزو کی۔

یہ تھے مسلمانوں کے حقیقی خلفاء راشدین، جن کے بارے میں فرمان پیغمبر ﷺ کا تھا۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ یہ حدیث لے لائے ہیں۔

قَالَ: الْخِلاَفَةُ لِلرَّسُولِ سَنَةً ثُمَّ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ ذَلِكَ مُلْكًا

آپ ﷺ نے فرمایا: "خلافت تیس (30) سال رہے گی۔ پھر یہ

بادشاہت میں بدل جائے گی۔"

آگے علامہ البانی رحمہ اللہ راوی حدیث حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا مدام رسول ﷺ کی

تفصیل لکھتے ہیں:

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو (2) سال

عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس (10) سال

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ (12) سال

علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ (6) سال رہی۔

یعنی $2 + 10 + 12 + 6 = 30$ کل سال

علامہ البانی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

قَالَ سَعِيدٌ: قُلْتُ لِرَبِّ بْنِ أَبِي عُمَرَ: إِنَّ الْخِلاَفَةَ فِيهِمْ

قَالَ: كَلْبًا بَنُو الزُّوْفَاءِ بَلَى هُمْ مُلْكُكَ مِنْ سَرِّ الْمُلُوكِ

"سعید نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بنو امیہ دھوکا کرتے ہیں کہ

خلافت ان میں ہے۔ سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلیٰ آئندہ والی کے بیٹے

جھوٹ بولتے ہیں، بلکہ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔"

آگے البانی رحمہ اللہ قول مدام سعیدہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَزِنْ بَعْلَيْنِ إِلَى الْخِلَافَةِ لَيْسَ مِنْ جَمَاعَةِ أَهْلِ
"خلافت میں، جو حضرت علیؓ کو چھوڑ کر کسی اور کو امام بنا دے وہ اپنے
گھر سے گھر سے بکری زیادہ گروہ دار اہل حق ہے۔"

آگے الہامی بیڑہ فرماتے ہیں۔ حضرت حسنؓ کے دستبردار ہونے سے، حضرت
معاویہؓ سے بڑھ کر کوئی "مُتَوَلِّی" پادشاہی نظام کے پہلے پادشاہ قرار پائے۔
آگے علامہ الہامیؒ مزید آکر حدیث کے نام لائے ہیں، جنہوں نے اس
حدیث کو قوی کیا ہے۔

• امام احمد • امام ترمذی • ابن جریر طبری • ابن ابی حاتم • ابن حبان • ابی حاتم
• ابن تیمیہ • الذہبی • البیہقی •

نیز فرماتے ہیں: اہل علم جو علم حدیث کی معرفت رکھتے ہیں، انہوں نے اس
حدیث کو صحیح کہا ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں۔ میں نے بعض متاخرین کو دیکھا، جنہیں ہم حدیث
میں راجح علم غیب نہیں، انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔

وَمِنْهُمْ ابْنُ خَلِّطُونِ الْمَوْخُ الشَّهْرَانِي مِنْ أَهْلِ مَشْهُورِ تَارِيخِ دَانَ لَنْ
خاندان ہے، پھر اسی کے بیٹے تھے، ان اعرابی نے اہل علم میں اتوارمیں فرمادیا۔

وَهَذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ فِيهِ حَدِيثٌ مَحْضٌ (مس 201) ہمارے پاس
جو نسخہ ہے اس کا صفحہ نمبر 160 اس لئے ہماری استدعا ہے کہ تاریخ دان اسے معتبر
نہیں ہیں، جیسے ماہرین حدیث ہیں۔

لَہذا مشاہیر اصحاب پر مؤرخین نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ یہ سب صرف
محدثین کرام کے سر ہے۔ جو سچے عاشقانِ رسولؐ ہیں۔ جنہوں نے حدیث کے
بارے میں معمولی علمی خیانت بھی نہیں کی ہے۔ بلکہ علم برداشت کے اور حدیث رسولؐ
پر حرف نہیں آنے دیا۔

محدثین کی برتری، مولانا حالیؒ کی نظر میں

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
لگایا تھا جس نے ہر نظری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب فحش کا
کیا قافیہ تک ہر مذہبی کا
کے جرح و تعذیل کے وضع قافوں
نہ چھپنے دیا کوئی باطل کا انہوں
اسی دامن میں آساں کیا ہر سفر کو
اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازنِ علم دیں جس بشر کو
لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر آپ اس کو چمکا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کہ، خود مزہ اس کا چمک کر
کیا قاشِ راوی میں جو صیب پایا
مناقب کو چھان، مثالب کو تبا
مشائخ میں جو قبح نکلا بتایا
انہ میں جو داغ دیکھا بتایا
علم دروغ بر مقدس کا توڑا
نہ لٹا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
رہاں اور اسانید کے جو ہیں دفتر
گواہ ان کی آزادی کے ہیں نیکر

نہ تھا ان کا احساں یہ اک اہل دیں پر
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
تائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے؟

اپنی کمزوریوں پر نظر، اصلاح کرواتی ہے

اللہ نے قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

"وَعَصَى آدَمُ وَهْلَهُ لَقَوَى" (سورۃ طہ آیت 121)

(1) یہ اس لئے نہیں فرمایا کہ قیامت تک خطا کرے کرام، اور ائمہ مساجد،

نمازوں میں بار بار پڑھ کر نعوذ باللہ آدم علیہ السلام کی توجین کرتے رہیں۔

(2) نوح علیہ السلام کو قرآن میں حکما ذکر کر کے، "فَلَا تَسْتَفْتِي مَالِسَ لَكَ

بِعِلْمِهِ" (سورۃ ہود، 46) قیامت تک تلاوت کرنے والوں سے،

نعوذ باللہ تو توجین نوح علیہ السلام کروانا مقصود نہیں ہے۔

(3) "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ" (سورۃ الحج، 1)

اس حکم سے کیا کوئی مجھ سے کہے کہ نعوذ باللہ، قیامت تک قرآن پڑھنے

والوں کے ذریعے توجین رسالت مقصود ہے؟

(4) "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذْ قَالُوا إِنَّ نَفْسَنَا لَبِيعٌ" (آل عمران، 122)

اس آیت میں، کیا اللہ، جنگ احد میں شریک صحابہ کرام کی توجین کرتا

جاتا ہے، جسے ہر زمانے کے قرآن خوان پڑھتے رہیں گے؟

(5) "خُذْ أِنَّا قَبِلْنَاهُ وَتَنَزَّاعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَاعَصَيْنَاهُ"

(آل عمران، 152)

کیا اللہ صحابہ کرام کی کمزوریاں، اس آیت میں ذکر کر کے رافق دینا

تک ان کی توجین کروانا چاہتا ہے؟ کہ پڑھتے رہو۔ اور انہیں بدنام
کرتے رہو۔ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ!

□ ان آیات کے ترجمے اور تفسیریں، بے شک اپنے اپنے مسلک کے علماء کے دیکھ
لیں۔ ہم نے عمدۃ ترجمے نہیں کئے۔ اسی طرح کی سختی کمزوریوں کا ذکر، اللہ قرآن کریم
میں بیان کرتا ہے، ایسے ہی صحیح احادیث میں صحابہ کرام کی کمزوریوں کا ذکر عام ملتا ہے۔ یہ
سب کچھ اس لئے ذکر ہوا کہ

✱ توحید باری تعالیٰ کا عقیدہ نگہ کر سامنے آ جائے کہ پوری کائنات میں

صرف ایک اللہ ہی ہے، جس سے کئی کمزوری اور خطا کا صادر ہونا،

کسی صورت میں ممکن نہیں ہے۔

✱ دوسری حکمت یہ تھا ہر گز یہی کہ بتا دینے کے بعد ہر آدمی کے لئے

بڑے آدمی سے خطا ہو جائے، اسے سامنے رکھ کر، بعد واسلے اپنی

اصلاح کر لیں۔ کہیں ان کی طرح غلطی پر غلطی نہ کرتے جائیں۔ اس

طریق اصلاح کا نام توجین صحابہ نہ رکھیں۔ یہ بہت بڑا فریب ہے۔

الصحابہ کرام عدول

[1] صحابہ کرام سارے عادل ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سارے صحابہ کرام عادل ہیں، اہل سنت کے نزدیک (الباغیۃ الحديث ص 18) عدالت کیا ہے؟ یہ وہ ملکہ ہے جو انسان کو تقویٰ (خدا سے بے انتہا) اور عروت (راہِ نائل سے بے انتہا) کو لازم پکڑنے کا شوق دلائے۔ (اصطلاحات الحدیث ص 16، شیخ سلطان محمود رحمہ اللہ) مولانا عاصم الدواد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

[2] عادل راوی سے مراد کہ وہ عاقل ہو، بالغ ہو، مسلمان ہو، شریعت نے جن کاموں کا حکم دیا ہے، ان پر عمل کرتا ہو، اور جن سے منع کیا ہے (جیسے فسق و فجور) ان سے باز رہتا ہو۔ اور بدعات، کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو، وصیغہ و گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو، اپنے آپ کو بری عادات، اور غیر اخلاقی کاموں سے محفوظ رکھتا ہو، اور اس لحاظ سے لوگوں میں، اس کی شہرت و افتادہ نہ ہو۔ (سنت رسول کیا ہے ص 41)

صحابہ کرام علیہم السلام کے بارے میں

سارے صحابہ کرام عادل کا مطلب یہ ہوا کہ روایت حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں، ہر صحابی عادل ہے، کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اس نے کوئی غلط اور جھوٹی حدیث، نئی عالیہ السلام کی طرف منسوب کی ہو۔ اس مسئلے میں سارے صحابہ معیار پر ہیں، باقی بٹری کمزوریاں، ان میں بھی تھیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے عصمت صحابہ کا سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا:

هو انهم لا يعتقدون ان كل واحد من الصحابة معصوم

عن كانوا الاثم و صغفروہ بل يجوز عليهم الذنوب

(اعتقادہ والواسطیہ ص 139)

”کہ اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے کہ صحابہ کرام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے معصوم ہیں۔“ بلکہ ان سے گناہوں کا ہو جانا ممکن ہے۔“

خلافت راشدہ کے بعد

جب اہل سنت صحابہ کرام کو معصوم من الخطا نہیں مانتے تو واضح ہو گیا کہ خلافت علی منہاج الملوہ و انوشم کر کے اس کی جگہ چوتھی جگہ امام بن کرنا بدون حرام کے خلاف عمل تھا جس کی سرانجام آج تک بحث رہے ہیں۔ جس طرح آج اتنی سنی عوام کی چھٹیں اٹھ گئی ہیں۔ مگر حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں دیتی، یہی کیفیت صحابہ امت کی اور عوام کی ہوئی، جب خلفہ راشدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو، ابتداً خلافت کھو جانے کی اتنی بڑی فضا کی کافی یہ ہے کہ مسلمان پست کر دی خطا کرتے جائیں جگہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسا کہ خدا ترس حکمران بنائیں، ہر ایک عمل اور یا شانہ و خدی کے ساتھ جتنی خفا کے بعد وہ ٹکساروں۔

موجودہ حکمران، مثل یزید، معیار عدالت پر نہیں ہو سکتے

[1] قَالَ اللَّهُمَّ يَزِيدٌ مُّقْفَذٌ فِي الْقَذَالَةِ:

یزید عدالت میں مجروح ہے۔ (عدالت کی تعریف اوپر ذکر ہو چکی ہے) (میزان الاعتدال ص 440)

[2] قَالَ احمد بن حنبل: لَا يُسْمَعُ اَنْ يَزِيدُ عَنهُ

یزید اس لائق نہیں کہ اس سے حدیث روایت کی جائے۔ (حالاتکہ صحابی کا بیانا ہے) (اربعین المعصوم ص 23)

[3] قَالَ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ وَ لَسْتُ لَهٗ دَوَانَةٌ لِعَقْدُهُ

یزید کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔

(تہذیب الفہم ج 11 ص 361)

روایت یزید پر محمد شین کا مکمل پایہ کاٹ

یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین نے اس مہر صحابی، جو اصطلاحاً تابعی ہے۔ کی کوئی روایت قبول نہیں کی ہے۔ سب اس کے کثرتوں کی وجہ سے، جو خلاف عدالت تھیں۔ اسے فرشتہ اور مردود جانتے تھے۔

مقصود تحریر ہذا

ہماری اس ساری جدوجہد کا مطلوب مقصود صرف ایک کہانی بیان کرنا نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھنے والے اپنے اپنے ذوق کے ہیروؤں کا کردار پیش کر کے، دوا حسین رسول کرتے ہیں۔ ہمارا اصل دماغ یہ ہے کہ اس مختصری کوشش کو پارک اور بے اعترت میں شرفِ قبولیت نصیب ہو جائے، آمین۔ اور اس کی بدولت مسلمان امت اپنی کھوئی ہوئی عظمت و رفعت کو پھر سے حاصل کرنے کی فکر کرے۔ خلافت راشدہ کو نصب العین بنائے۔

باقی سارے مجھے اپنے نگاہوں سے جان چھڑائے۔ مظلوم وہ ہے کس انسانیت، جو دہندوں کے درمیان گھرنی ہے۔ اسے دوبارہ حقوق انسانی مل سکیں۔ جیسے سولہزم اور نظام سرمایہ داری ہماری آنکھوں کے سامنے زمین بوس ہو گئے۔ اسی طرح صدیق کا بادشاہی نظام بھی خراج انسانیت سے عاری نکلا۔ نیز مغربی جمہوریت بھی بندوقوں کے تختی ہے۔ توختی نہیں ہے۔

ان مکتروں کے ٹھکانے ہاتھ دیکھیں، یہ عام انسانوں کو کیڑے سے کیڑے سمجھ کر انہیں پاؤں تلے مسل دیتے ہیں۔ ان کا رکن تکین ہی ٹھکانا کرتا ہے کہ یہ فرعون و مردود کے بچے ہیں، یہ یزیدی طرح شرف و صلہ کے دشمن ہیں حالانکہ حضرت عمرؓ اسے گورنر کو یہ حکم دیتے تھے۔

عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ: إِنَّ عُمَرَ كَانَ إِذَا اسْتَعْمَلَ غَائِمًا
كَبَبَ لَهُ وَاسْتَرْطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَرْجُبَ بِرَدُّنَا وَلَا بِأَكْلِ لَيْلٍ
وَلَا بَلَسِ زَلْفًا وَلَا يَغْلُلَ ثَابَةً دُونَ ذَوَى الْحَاجَاتِ فَإِنْ

فَعَلَّ الْقَدُّ حَتَّى غَلَبَهُ الْعُقُوبَةُ

"لے شک عمر بھر: جب کوئی گورنر مقرر کرتے اسے شرائط لکھ بھیجتے:

ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوتا

میدے کی روٹی نہ کھاؤ؟

یاد رکھیں! یہاں سے پھرتا

اپنے دروازے پر گارڈ نہ کھڑا کرتا،

جو ضرورت مندوں کے درمیان رکاوٹ بنے۔ اگر ان احکام کی خلاف ورزی کی تو اس گورنر کو سزا سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

(سیر الخلفاء ما را شدین، ذہبی ص 80)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ صرف گورنروں کو ایسے حکام نہیں دیتے تھے۔ بلکہ پہلے خود اس پر عمل کرتے تھے۔ ایک بار یہ شریف میں قتل ہوا تھا مگر اگلے عینینہ سمندر ولا سیمینہ حضرت عمرؓ اس سال نہ لکھی گئی اور نہ گوشت کھایا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

رَأَيْتُ بَيْنَ كَتِفَيْ عُمَرَ أَرْبَعَ رِفَاعٍ فِي قَيْصِهِ

میں نے حضرت عمرؓ کے قیام میں کدوؤں کے درمیان چار بیج لگائے ہوئے دیکھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے چہرے پر کثرت سے روئے کی وجہ سے دو نشان دیکھے۔ آنسوؤں سے مستقل گاموں پر ریکھیں پڑ چکی تھیں۔ (حوالہ مذکور)

گور مصر کے بیٹے نے کھڑو دس آگے نکل جانے والے غریب کو کوزے مارے۔ عرقاوق نے عروبن حاص کو رز کو اس کے بیٹے سمیت بلایا اور غریب مصری کو کہا۔

جیسے اس کو رز کے بیٹے نے تھے کوزے مارے ہیں اسی طرح تو میں اسے کوزے مارا، پھر فرمایا:

وَلَا تَلْمِزْهُمْ عَزَافًا ۚ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ لَا يَتَذَكَّرُونَ ۚ إِنَّهُمْ لَغَاوُونَ لَا يَخْشَوْنَ ۚ

عزم او چوں کوساران استوار پایدار و تند سیر و کامگار
تج بہر عزت دین است و بس مقصد او حفظ آئین است و بس
ماسوا اللہ را مسلمان بندہ نیست پیش فروغے سرش اقلندہ نیست
خون او تفسیر این اسرار کرد ملت خوابیدہ را بیدار کرد
تج لا چوں از میاں بیرون کشید از رگ ارباب باطل خون کشید
نقش الا اللہ بر صحرا نوشت سطر عنوان نجات ما نوشت
محر قرآن از حسین آمو ختم ز آتش او شعلہ با آمو ختم
شوکت شام و فر بعد از رفت سحر غافل ہم از یاد رفت
تارما از زمرہ آتش لڑاں بنوز تازہ از تکبیر او ایمان بنوز

تشریح اشعار

کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کے مرتبہ عالیہ کا کیا پوچھتا ہے! سیدۂ انسا، حضرت
بتولؑ ان کی ماں ہیں اور سیدۃ الانبیاء سرکارِ دو عالمؐ ان کے نانا ہیں۔ حضرت علیؑ
ان کے چچا بزرگوار ہیں، جو ہم اللہ کی ہے جس یعنی ملوہ قرآنی کا دروازہ ہیں۔ اور وہ خود
قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہیں۔

”وَقَدْ نَبَّيْتُ بِذُنُجٍ عَظِيمٍ“ (الصافات، 107)

”یعنی ہم نے ایک بڑا ہی بڑا کبوتر کو غصہ دیا۔“

امام حسینؑ کی رفعت شان کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ
جب کہ حسن اور حسینؑ دونوں صاحبزادے حضور اکرمؐ کے دوش مبارک پر بیٹھے
ہوئے تھے تو ایک صحابی نے یہ کہا کہ ان صاحبزادوں کی خوش بختی کا کیا ٹھکانا ہے کہ سرورِ دو
عالمؐ ان پر دوش مبارک پر سوار ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ۔

بِعَنَةِ الْفَحْمَلِ حَمَلْنَا وَبِعَنَةِ الْعَذْلَانِ انْشَأَا

یعنی تمہارا دونوں کا اونٹ بہترین اونٹ ہے اور تم دونوں بہترین سوار ہو۔ عدلان
ان دو (2) سواروں کو کہتے ہیں جو کجاہ سے میں آئے سائے بیٹھے ہیں تاکہ وزن برابر ہے۔
جس طرح سورۃ اخلاص سارے قرآن مجید میں ممتاز ہے۔ اسی طرح امام
حسینؑ ساری امت میں بلند پایہ رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون یا
شیر بنی اسرائیل اور یزید (2) آدمیوں کے نام نہیں ہیں، بلکہ حیات کے دو مختلف اور متضاد
مظہر ہیں جو قیامت تک اسی طرح برسرِ کار رہیں گے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں شروع ہی سے حق و باطل میں آویزش چلی آ رہی ہے۔
اور اگر دنیا میں قوتِ شیعری نہ ہوتی تو حق کب کامست چکا ہوتا۔ حق تو یہ ہے کہ

حقیقت ابدی ہے مقامِ شیعری

بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوئی و شامی

نوٹ:- اقبال نے قیام پاکستان سے پہلے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شیعری

کہ فخرِ خانقاہی ہے غلط اندازہ و دلگیری

قومِ خانقاہیوں سے تو باہر نکل آئی۔ لیکن انہوں نے بعض اسباب ایسے پیدا ہو گئے
کہ وہ (رسمِ شیعری ادا کرنے کے لیے) میدانِ کربلا کی طرف جانے کے بجائے ہاتھوں کی
طرف چلی گئی اور وہاں جا کر غم و ملوم کیا دیکھا بکرا بابر لٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔

اس تنبیہ کے بعد اقبالؒ اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن سے منقطع کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا
کہ حریت کا خاتمہ ہو گیا۔ چونکہ خدا پرستی کے لیے حریت کا وجود شرطِ اولین ہے۔ اس لیے

امام حسینؑ نے میدانِ گرجا میں اپنی جان دے کر قیامت تک کے لیے ملکیت (استبداد) کے اصول کو باطل کر دیا یعنی اپنی شہادت سے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ملکیت کا دشمن ہے۔ اسی لئے اقبال کی تعلیم یہ ہے کہ لَا مُلُوكَ فِي الْاِسْلَامِ

نوٹ:

پہلے مصرعہ میں (چوں غلامتِ رشید از قرآن گسخت) جزیہ کی سختی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ اپنے باپ کی وفات سے بعد امت کے لشکر سے غلبہ نہیں ہوا بعد کسی طرح مسلمانوں پر ماتم بن گیا جس طرح ایک قیصر کے بعد اس کا بیٹا قیصر بن جاتا تھا اسی کا نام ملکیت ہے جو حریت کی ضد ہے۔

کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے حق کے لیے اپنا سر کنایا اور اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قربانی سے توحید الہی کو از سر نو دنیا میں قائم کر دیا۔ اس کی شہادت یہ ہے کہ اگر وہ اپنی شہادت سے اس بات کو واضح نہ کرتے کہ توحید پرستی کے لیے حریت لازمی ہے۔ تو مسلمان اس اصول کو فراموش کر دیتے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ زندقہ توحید الہی کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن امام حسینؑ نے قیامت تک مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا کہ ملکیت کو مٹانے کے لئے اپنی جان قربان کر دو۔ تاکہ توحید الہی زندہ رہ سکے۔ امام حسینؑ نے اپنے طرزِ عمل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات کی روح کو دنیا پر آشکارا کر دیا۔ جس بات کی انہوں نے زبان سے تعلیم دی تھی امام حسینؑ نے اس پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا۔

تعلیماتِ اسلام کی دہر و دہریہ کیا تھی؟ صرف یہ کہ

ما موی اللہ را مسلمان بندہ نیست

”یعنی مسلمان اللہ کے علاوہ کسی کا غلام نہیں ہو سکتا کسی کے حکم کی اطاعت نہیں کر سکتا کسی کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا“

چونکہ قرآن ایسی تعلیم کا سب سے بڑا اہم دار ہے۔ اس لئے اقبال نے یہ کہا ہے کہ رجز قرآن از حسینؑ آموخیم

”یعنی حسینؑ نے ہم مسلمانوں کو قرآن حکیم کی روح سے آشنا کیا۔“

نوٹ: میں نے ایک دفعہ حضرت اقبالؒ سے دریافت کیا کہ رجز قرآن سے، آپ کی مراد کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ تعلیماتِ قرآن کی روح یہ ہے کہ باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت سر یکف رہو اور اگر ضرورت ہو تو جان دینے سے بھی دریغ نہ کرو۔ سطر عنوانِ نجاتِ بانوشت۔ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حسینؑ نے ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا، یا اگر ہم ان کی شہادت پر آنسو بہائیں گے تو ہماری نجات ہو جائے گی۔ یہ دونوں باتیں سراسر غیر اسلامی ہیں۔ اقبالؒ کا مطلب یہ ہے کہ امام حسینؑ نے راہِ خدا میں سر نہ کرنا کہیں نجاتِ اخروی حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا یعنی یہ کہ مسلمان وہ ہے جو صرف اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور کسی بادشاہ کے سامنے سر نہیں جھکا تا۔

ما موی اللہ را مسلمان بندہ نیست

اس مصرعہ میں شہادتِ حسینؑ کا سارا فلسفہ مضمر ہے۔ آخری شعر انہوں نے خالص جذباتی رنگ میں لکھے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ دمشق، بغداد اور فرناطہ یہ تینوں عظیم الشان سلطنتیں صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں لیکن۔

تا رہا ز دھواںِ لرزاں ہنوز

یعنی ملت کے خیالات میں جو انقلابِ امام حسینؑ نے پیدا کیا تھا اس کا اثر ابھی تک باقی ہے اور ان کی تعمیر کی آواز سے (بشرطیکہ مسلمانوں کی توجہ رہے) وہی آواز سے جٹ سکے) اب بھی ایمان زندہ ہو سکتا ہے۔ (پروفیسر یوسف سلیم پاشی) بلکہ اب تو کچھ مسلمان فی وی اور انٹرنیٹ کی سکرین میں الجھ کے رو گئی ہے۔

شہادت حسین علیہ السلام پر غمگیر اسلام سلفیوں کا اہتمام

ماہنامہ البانی پبلشنگ یہ حدیث لائے ہیں۔

حدیث نمبر ۱

عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ (كَبَاة) بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي زَاهَتْ خُلْمًا مِنْكَ، الْبَلَّةُ قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَتْ: إِنَّهُ خَبِيْثَةٌ قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَتْ: زَاهَتْ كَأَنَّ قِطْعَةً مِنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِي جُجْرِي فَقَالَ ﷺ زَاهِبْ خَيْرًا تِلْكَ قَاطِمَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَكَوْنِي فِي جُجْرِكَ قَوْلَئِكَ قَاطِمَةٌ الْحُسَيْنِ كَانَ فِي جُجْرِي كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ - قَدْ خَلَعْتَ يَوْمًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَوَضَعَهُ فِي جُجْرِهِ ثُمَّ خَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَوَلَدَا عَيْنًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَهْرِيْقَانِ مِنَ الدُّمُوعِ قَالَتْ: فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنِّي أَلْتُ وَأُمِّي مَالِكٌ؟ قَالَ: أَتَانِي جَبْرِيْلٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي تَسْتَفِلُّ إِلَيْهِ هَذَا (بَعِي الْحُسَيْنِ) فَقُلْتُ هَذَا؟ فَقَالَ: نَعَمْ وَ أَتَانِي بِرُؤْيَا مِنْ تَرْبَتِهِ خَيْرًا (سلسلة الاحاديث الصحيحة دوم حدیث نمبر 821)

”حضرت ابابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضور ﷺ کے ہاں آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر شب میں نے ایک دن خواب دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ کہنے لگیں۔ بہت ہی برا ہے۔ فرمایا تاتو تو آئی، بتائے گی کہ خواب

میں میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر، میری جگہ میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ اچھا خواب تو نے دیکھا ہے۔“

اب دیکھنا امیری یعنی خاطر کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ ان شاء اللہ! تو وہ تیری دوہیں آئے گی۔ باآخراً خاطر رحمت نے حسین علیہ السلام کو قسم دیا۔ پھر وہ میری گود میں رکھا گیا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ ایک روز میں بچے کو اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کے ہاں چٹکی تو وہ بچے میں نے آپ کی گود میں تھا دیا۔ پھر میں نے حضور ﷺ کی طرف غور کیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا ہوا ہے؟ فرمایا میرے پاس جبریل فرشتہ آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ میری ہی امت اسے قتل کر دے گی۔ یعنی حسین کو، میں نے کہا۔ اسی مقصود بچے کو قتل کرے گی؟ فرمایا۔ ہاں فرشتے نے تو اس کے قتل کا وہی سرخ منی بھی مجھے اگے ہی ہے۔

تشریح

ام فاضل ابابہ رضی اللہ عنہ، یہ حضور ﷺ کی چٹھی تھی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ ام المومنین حضرت سمونہ رضی اللہ عنہ کی بہن تھی۔ اس خواب کی تعبیر، آپ ﷺ نے ایک خوشخبری بتائی۔ اپنی نلت جگر خاطر رحمت کے بچے کی خبر حضور ﷺ کہنے معمولی نہ تھی۔ کیونکہ آپ کے چھوٹے چھوٹے تین بچا بیٹے، یکے بعد دیگرے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے اولاد زینہ کی خواہش ایک فطری چیز تھی۔ دوسرا اولاد بیٹی کی اولاد اسٹریپاری تھی ہے۔ ان دو جوہ کی بنا پر حسین علیہ السلام کی پیدائش پر آپ کو بہت ہی خوشی تھی۔ چاروں بعد جب فرشتے نے بتایا کہ اس بچے کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس غناک خبر کو سن کر آپ کی آنکھوں کا اٹھنا بارہونا بھی فطری امر تھا۔ اسی منگی اولاد کا انجاء قتل ہونا صدمہ نہیں تو اور کیا ہوگا؟

حدیث نمبر ۱۲۴

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : يَا أُمِّ سَلَمَةَ! إِذَا تَحَوَّلَتْ هَذِهِ الشَّرْبَةُ دُمًا فَاعْلَمِي أَنَّ ابْنِي قَدْ قِيلَ فَتَعَلَّيْنَهَا أُمَّ سَلَمَةَ فِي قَارُورَةٍ ثُمَّ جَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهَا كُلَّ يَوْمٍ

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے ام سلمہ! یہ مٹی کر با سے جو جبریل نے دی ہے، جس دن یہ خون بن جائے، کچھ لینا میرا بیٹا (حسین) شہید ہو گیا۔ ام سلمہ بیٹے نے وہ مٹی شیشی (پوسل) میں ڈال لی۔ روزانہ اسے دیکھ کر مٹی میں۔ (تہذیب المعادیں، ج ۱، ص ۳۴۷)

دوست حق کی کشی وہاں ہے
ساقیو! آؤ ہاتھ بناؤ
موسس برہم زور کنارہ
یہ قمار، زور نہاؤ
حق کے پہاڑی تھوڑے تھوڑے
طعافوں سے لڑنے والے
کھر کا سا بھی ایک زمانہ
ہوتا ہے سورج کے بہاؤ
چلتے سورج کو کیوں پوچھو
ڈوبنے والا ہے وہ آخر
میں سے ارض و ما ہیں روشن
اس کے آگے سرک رہاؤ

مقتل حسین کی مٹی حضور ﷺ کو دکھادی گئی تھی

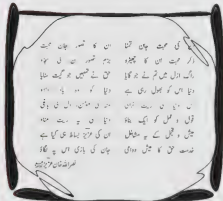
علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مَلِكِ الْمَدَنِيِّ رَأَى أَنَّ يَزِيدَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ قِيلَ لَهُ قَتْلَانِ فِي يَوْمٍ أُمَّ سَلَمَةَ فَبَسَمَا هِيَ عَلَى الْقَابِ إِذْ دَعَى الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فَعَمَلَتْ بِتَوَكُّبٍ عَلَى عَظْمِ النَّبِيِّ وَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْتَقِلُهُ وَبَقِيْلُهُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ: نَجِيَّةٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا إِنَّ مَلَكَكَ سَتَقْتُلُهُ، إِنَّ شَيْئًا أَرَيْتُكَ الْمَسْكَانَ الَّذِي يَقْتُلُ فِيهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقَبَضَ قُبْضَةً مِنَ الْمَسْكَانِ الَّذِي يَقْتُلُ فِيهِ، فَأَزَادَهُ إِثْبَاتًا فَجَاءَ سَهْلَةً أَوْ تَرَابًا أَخْمَرَهُ، فَأَحْدَلَهُ أُمَّ سَلَمَةَ فَجَعَلَتْ فِي نَوْمِهَا، قَالَ ثَابِتٌ كُنَّا نَقُولُ: إِنَّهَا حُرِّمَتْهُ (مسلسلۃ الامادیں، ج ۱، ص ۱۶۰)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بارش کے فرشتے نے اپنے رب سے التجا کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ اللہ نے اسے اجازت دے دی۔ اس دن باری حضرت ام سلمہ بیٹے کی مٹی۔ یعنی آپ ﷺ اس روز حضرت ام سلمہ بیٹے کے گھر پر جلوہ افروز تھے۔ وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حسین اندر آئے۔ آتے ہی نبی اکرم ﷺ کی کمر پر اچھٹے کوٹنے لگے اور حضور ﷺ پکار کر چومنے لگے۔ فرشتے نے پوچھا کیا آپ اس بچے سے محبت رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیوں نہیں فرشتے نے کہا۔ اسے تو

آپ ﷺ کی امت قتل کروے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس کا مثل دکھا دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پس دکھائیے۔ اس نے مقام قتل سے مٹی کی مٹی بھر کر پیش کر دی۔ دو نرم اور سرخ مٹی تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس مٹی کو چکر چکر کر پڑے میں باندھ کر سنبل لیا۔ راوی ثابت کہتے ہیں کہ ہم اس زمین کو "کر بلا" کہا کرتے تھے۔



حدیث نمبر ۱۴

ماہر البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَ
 عِيَّتُهُ يُفِيضَانِ قَالَ لَقَدْ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَ
 عَلِيٌّ قَلْبُهُا لَقَالَ لِي: إِنَّ إِلَهَكَ هَذَا حُسَيْنٌ مَقْتُولٌ، وَإِنْ
 بَشَتْ أَوْ بَنَتْ مِنْ نَرْبَةِ الْأَرْضِ أَلَيْسَ يُغْلَى بِهَا

(سلسلة الاحاديث الصحيحة دوم، حديث 822)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ آج میرے گریہ فرشتہ آیا جو پہلے بھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ آپ کا یہ بیٹا حسین رضی اللہ عنہ قتل کیا جائے گا۔ اگر آپ ﷺ چاہیں تو اس کی شہادت گاہ کی مٹی آپ کو دکھاؤں؟

تشریح احادیث اربعہ مذکورہ

گزشتہ ان چاروں احادیث میں، فرشتوں کا معمول سے بہت کر آنا، اور نبی اکرم ﷺ کو یہ خبر دینا کہ آپ کا بیٹا حسین قتل ہوگا۔ یہ بات نہایت قابل غور ہے۔ یہ فرشتے صرف قتل حسین کی خبر سنا کر آپ کو پریشان کرنے نہیں آتے رہے۔ کیونکہ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے، اس نے مرنا ضرور ہے۔ صرف مرنے یا قتل کی خبر میں کیا اچھے کی بات تھی، جو فرشتہ بار بار آئے۔ معلوم ہوا، نہ یہ خبر، عام خبر تھی۔ نہ قتل حسین، عام قتل تھا۔ جو قطب عالم ﷺ صبر و شہادت کا پہاڑ تھے وہ یہ خبر سن کر بار بار کیوں روئے؟ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قتل حسین کی منظومیت اختیار کو پہنچنے کی۔ اور کسی

بہت بڑے مقصد کیلئے ہوئی۔ ورنہ لوگ تو روزانہ مرتے بھی ہیں، اور قتل بھی ہوتے ہیں۔ لیکن کسی کے قتل پر آسمانوں سے بار بار مختلف فرشتوں کا نازل ہونا، نہ ہوا۔ کبھی جبریلؑ حاضرِ شریف آئے، کبھی ہارثؑ کا فرشتہ، کبھی ابوبکرؓ کا فرشتہ جو کبھی پہلے اترا ہی نہ تھا۔ نرا بے دردی سے مارا جاتا بھی تھا، اہمیت کا عامل نہ تھا۔ اور بھی اولوالعزم بہت سے بے رحمی سے مارے گئے۔

حسینؑ کا قتل دراصل نرالا اس لئے ہوا کہ ان کا مقصد شہادت دیکر تمام شہداء سے نہایت ہی بلند تر تھا، اور وہ تھا کہ حضور ﷺ کے نظامِ نبوت و خلافت راشدہ کو اغواء کاروں نے ملوکیت و بادشاہی میں بدل ڈالا۔

امام حسینؑ اس جبر کے منہ زور انجمن کے سامنے اپنا کینہ لیکر کھڑے ہو گئے۔ اور سب کچھ گئے۔ امت سوچتی تھی، اسے خونِ حسینؑ ہی چکا سکا تھا۔ اور قیامت تک امت کو سبق دے دیا کہ صرف ظلم سب سے ذرا بہتر، نہ ظالموں کی ہاں میں ہاں ملائے، بلکہ ظالم کی راہ میں رکاوٹ بن جانا۔ یہ عظیم الشان کارنامہ، حسینؑ کے ہاتھوں، انہماج پذیر ہوتا تھا۔ جس کی شہادت کی خبریں بار بار آسمانوں سے فرشتے لاتے رہے۔ عام طور پر مسلمان خلافت راشدہ کے مفہوم اور اس کی روح سے بے خبر ہیں۔ ان کے نزدیک سحران کوئی بھی ہو محض زبان سے کلمہ پڑھتا ہو اور نہ ہر دینی حکومت پر قبضہ کر جائے۔ بس اس کی اطاعت کرنی ہے۔ انہیں اسلامی نظام اور ملوکیت و آمریت میں کچھ فرق نظر نہیں آتا۔ جیسا وجہ ہے کہ اگر بڑا قابض ہوں یا نام نہاد مسلم سحران جیسے موجود زمانے کا ایک آمر وہ چاہے لال مسجد، زبریلے ہوں سے ازادے یا معصوم دینی طلبہ و طالبات کو ان ہوں سے بھسم کر دے۔ بس ان کی اپنی مسجدیں اور مدارس چلتے رہیں۔ نظام کی کوئی پروا نہیں۔ ان کی پالا سے کھوئی مدتوں ڈکٹیٹر مسلمانوں کو برقرار بنائے رکھے۔

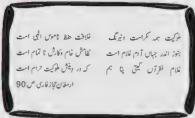
حسینی مبارک کی قتل میں قذافی کی صورت میں، صدام کے روپ میں، شہنشاہ

ایران کی کرد و کل میں، بس اپنا کام تو نماز روزہ کرتا ہے۔

۔ ملا جو ہے بندہ میں سجدے کی اجازت
نادان یہ سمجھتا ہے اسلام ہے آزاد
(اقبال)

مکرانِ حسینؑ کھتے تھے کہ خلافت و ملوکیت میں کیا فرق ہے؟

خلافت راشدہ حقوقِ شہ پر رست ہوتی ہے اور ملوکیت، بندوں پر مذابِ الہی ہوتا ہے۔



وہ بھی امام الشہداءؑ کو بھڑے

علاء الدینؒ ایک اور حدیث بھی لائے ہیں۔

حدیث نمبر 17

عَنِ النَّبِيِّ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ حَمْرَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَ زَجَلَ
قَامَ إِلَى إِيَّامِ خَالِيهِ قَامَرَةَ وَ نَهَاةَ قَفْلَهُ

(سلسلہ الاحادیث الصحیحة اول، حدیث 374)

”حضور ﷺ نے فرمایا۔ شہیدوں کے سردار حمزہؓ ہیں۔ اور وہ
بھی (سید الشہداء) ہے جو کسی ظالم سربراہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔
اور اسے تنگی کی تحقیق کی اور برائی سے روکا تو اس نے اسے مار ڈالا۔“

تشریح

اس فرمان نبوی ﷺ کے بعد کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے
نور رسول ﷺ نے سارا خاندان ذبح کر دیا، فرشتوں کی چیخ گویاں جج ثابت کر
دکھائیں۔ فرشتے بھی اپنی مرضی سے نہیں آتے تھے۔ بلکہ اللہ کے ان سے آتے تھے۔ یعنی
خداوند عالم خود جاتا تھا کہ میرے محبوب ﷺ کا نور مثلی قرآنی قیل کے ارتقا دنیا تک
نمودہ بنا دے کہ ظلم و بربریت کو چپ کر کے سنبھالنا، اہل دنیا کا ایمان نہیں ہے۔ اپنی جان بچانا
اگر چہ جائز ہے مگر نورِ جبریلؑ امام حسینؑ رضی اللہ عنہ کے سامنے عزیزوں کا قتل نمونہ تھے۔

تو بچا بچا کے نہ کہ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ

جو فلک ہو تو عزیز تر ہے لگاؤ آئینہ ساز میں

حضرت حمزہؓ رضی اللہ عنہ مشرکین کے ہاتھوں شہیدِ اعظم ہوئے، امام حسینؑ رضی اللہ عنہ انہوں

کے ہاتھوں امام شہید اقرار پائے۔ علاء الدینؒ عہدِ امیرِ شیعہ کہتے ہیں۔

□ بندہ زوجہ ابی سفیان نے حضرت حمزہؓ رضی اللہ عنہ کی میت میدان احد میں رکھی تو خنجر سے
ان کا پیٹ چاک کیا اور بچہ نکال کر چلایا۔ پھر اسے ٹھوک دیا۔ ہند کی دیگر سہیلیاں مسلمانوں
کی نعشوں کے ناک اور کان کاٹی رہیں۔ حضور ﷺ نے جب اپنے محبوب چچا کا پیٹ
پھاڑا ہوا دیکھا۔ ناک اور کان بھی کٹے ہوئے تھے تو آپ ﷺ اپنے آنسوؤں پر غبار نہ
رکھ سکے، آپ کے سینے سے ہونک نکلی۔
(الاستیعاب اول ص 415)

علاء الدینؒ شیرِ شیعہ کہتے ہیں۔

وَلَمَّا قِيلَ الْحُسَيْنُ أَمْرٌ عَمْرٌ مِنْ سَعْدٍ قَوْمِيًّا خَبِيرُهُمْ
وَأَوْحُوهُمَا الْحُسَيْنُ (استیعاب دوم ص 28)

”حسین کو جب شہید کیا گیا تو عمر بن سعد نے اپنے گھڑ سواروں کو حکم دیا
کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر امام حسینؑ کی لاش کو چھو چور کر ڈالیں۔ یعنی
لاش مبارک پر بار بار گھوڑے دوڑائیں اور انہیں روند کے رکھ دیں۔“

□ لہذا وہ خدشات لاحق تھے قاروقِ اعظمؓ کو، جو بوقتِ شہادت، جن کا ذکر
حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے خاندان کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط نہ کرنا۔

فَيَحْطِطُوا لَهُمْ حَطَطَ الْإِبِلِ تَبَتِ الرَّبِيعِ

اور یہ لوگوں کو یوں روند ڈالیں کہ جیسے پھرا ہوا اونٹ موسمِ بہار کے منبرہ تازہ کو
روند ڈالتا ہے۔ فصلِ بہار ان کو کا جائزہ ہے۔

(موسوۃ آثار اصحابِ اہل 304، فتح الملہم جہاد ص 156)

حضرت حمزہؓ رضی اللہ عنہ کا چہرہ مثلہ کے سبب کیا اور امام حسینؑ رضی اللہ عنہ کا سری آن سے
جدا کر دیا گیا اور جسم کو روند کر خنجر نثار دیا گیا۔

□ علاء الدینؒ حیرتِ شیعہ کہتے ہیں۔

قَفْلَهُ زَجَلَ مِنْ مَذْجِجٍ وَ جَزَّ زَانَسُهُ

امام حسین علیہ السلام کو خونہ ج کے ایک آبی سے قتل کیا، اور آپ علیہ السلام کا سر مبارک کات کر جسم سے الگ کیا۔

فَنَظَّلُوهُ إِلَى عَيْنِ الْهَيْدَاءِ لِيُذَكَّرَ
 "وہ اس سر کو این زیاد کے پاس لے گیا۔"
 فَوَقَفَهُ إِلَى بَنِي لُؤْلُؤٍ وَغَفَّةِ الزَّوْءِ
 "پھر وہ بڑیہ کے پاس پہنچا اور سر مبارک اس کے ساتھ تھا۔"

(تذیب المجتہب، ص 353)

ابن حجر علیہ السلام دوسری جگہ لکھتے ہیں۔
 میدان کر با کا آخری شہید امام حسین علیہ السلام تھے۔ ان کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔ فَارْتَفَعَهُ وَنَزَلَ بِحُجْرَةٍ إِلَى بَنِي لُؤْلُؤٍ پھر اس سر کو اور پہنچے کچھ قافلہ کو۔ اس نے بڑیہ کے پاس بھیجا۔

(الاصباہ، ص 71)

حافظ ابن حبان علیہ السلام نے بھی یہی لکھا۔ سر مبارک بڑیہ کے پاس شام بھیجا گیا۔

(کتاب الصحاح، ص 235)

علامہ ابن جوزی علیہ السلام لکھتے ہیں۔
 امام حسین علیہ السلام کو خونہ ج کا سر سے جدا کیا گیا۔ بعد میں آپ علیہ السلام کے جسم پر 33 ذمہ حیروں کے دیکھے گئے۔ لباس کے چھوڑے اڑ گئے۔ پھر بھی رہا سہا لباس اتار لیا گیا۔ آپ کی چیزیں لوٹ لی گئیں۔ قفاس ٹخوں نے آپ کی تلوار قبضہ کر لی۔ بحرین کعب نے آپ کا چادر اتار لیا اور بے لباس کر دیا۔ قیس نے آپ کی چادر پکڑ لی۔ جابر بن بڑیہ نے آپ کی پگڑی اٹھائی۔ (الرد علی المتعصب العنيد المذموم من بعد يزيد، ص 53)

یہ اسی کا ٹکڑا تھا کہ بر حال میں ذمہ سہارا خون بہتا رہا
 تم نے دامن اسی کا دریہ کیا جو تمہارے گریبان سے بہتا رہا

سر مبارک شہر پہ شہر پھرایا گیا
 علامہ ابن جوزی علیہ السلام لکھتے ہیں۔

ابن زیاد نے ذہر بن قیس کو امام حسین علیہ السلام کا سر، اور دوسرے شہداء کے سر دے کر بڑیہ کی طرف روانہ کیا۔

ابوالوفی نے کہا۔ امام حسین علیہ السلام کے سر کو بڑیہ نے سامنے دکھا پھر اس پر چھڑی مارتا رہا۔

قہید بن ذؤیب غزالی نے بھی یہی روایت کیا کہ بڑیہ ہاتھ میں چھڑی لے کر سر امام حسین علیہ السلام پر مارتا رہا۔

زید بن ارقم نے کہا۔ میں بڑیہ بن معاویہ کے پاس تھا۔ امام حسین علیہ السلام کا سر لایا گیا، بڑیہ اس پر چھڑی مارتا رہا۔

ابو ہریرہ سلمیٰ بڑیہ کے پاس تھے بڑیہ امام کے سر پر چھڑی مارتا رہا۔

حسن بصری علیہ السلام کا بھی یہی فرمان ہے کہ بڑیہ امام حسین علیہ السلام کے منہ مبارک پر چھڑی مار رہا تھا، جس منہ کو حضور علیہ السلام چومتے تھے۔

حجاج علیہ السلام کہتے ہیں، امام حسین علیہ السلام کا سر بڑیہ کے پاس لایا گیا۔

آگے ابن جوزی علیہ السلام لکھتے ہیں۔
 ثُمَّ بَعَثَ بِمِنْهُ إِلَى الْقَدِيقَةِ وَبَعَثَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ إِلَى غِفْرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْقَدِيقَةِ
 "پھر بڑیہ نے انہیں مدینہ بھیجا، اور سر مبارک امام حسین علیہ السلام بھی، اپنے گورنر مدینہ عمریٰ بن قیس کی طرف بھیج دیا۔"

ابن جوزی علیہ السلام نے قریباً آٹھ (8) مختلف راویوں کے ذریعہ یہ بات ثابت کی کہ سر مبارک بڑیہ کے پاس پہنچا تھا۔ (اراد الیٰی اصحاب القديق من ذم بڑیہ ص 56 تا 61)

کتاب مذکور کے حاشیہ نگار، الدكتور محمد عبدالسلام لکھتے ہیں۔

وَهَذَا الْقَوْلُ آخِرُ وَحْيِي

سر مبارک کے پاس میں مختلف اقوال ہیں۔

یعنی

(1) اِنَّهُ اَعْيَدَ اِلَى عَذَابِي وَ ذِقْنِي مَعَ الْجَسَدِ

کہ سر مبارک واپس کر بلا بھیجا گیا وہ جسم کے ساتھ دفن ہوا

(2) فِي مَسْجِدِ الرَّقَّةِ عَلَى الْفُرَاتِ

دریائے فرات کے کنارے، مسجد رقہ میں دفن ہے۔

(3) فِي الْفَاهِرَةِ ذِقْنِي

”فاہرہ“ (مصر) میں دفن ہے۔

وَهَذَا الْاِخْتِلَافُ لَكَدَى الْمُؤَوِّجِينَ يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الرَّأْسَ لَمْ

يُحْمَلْ وَيُطْفِئَ بِهِ فِي الْأَمْصَارِ الْإِسْلَامِيَّةِ إِلَى خُرُوجِهِ عَذَمِ

مَعْرِفَةِ الْمَكَانِ الَّذِي ذُقْنِي فِيهِ۔

مورخین کا یہ اختلاف دلالت کرتا ہے کہ سر مبارک اٹھا کر مختلف

مسلم ممالک میں گھمایا گیا۔ کیونکہ یقینی طور پر پتہ ہی نہیں کہ سر کہاں

دفن ہوا ہے؟

وَأَمَّا كَلَامُ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ مِنْ أَنَّهُ لَمْ يُحْمَلِ الرَّأْسُ وَإِنَّ هَذَا مُجْدِبٌ

لَدَعْوَى مَنْ يَطْعُرُ قُبُلِي وَهُوَ يَحْتَلِفُ مَا عَلَيْهِ جُمْهُورُ الْمُؤَوِّجِينَ

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ سر مبارک کو کبھی اٹھا یا نہیں گیا، یہ

سرتاج جھوٹ ہے اور یہ وہ دعویٰ ہے جس کے پیچھے کوئی دلیل نہیں

ہے۔ اور جہرہ مؤرخین کے خلاف بات ہے۔ (حوالہ مذکور ص 62)

صرف جہرہ مؤرخین نہیں، بلکہ جہرہ محدثین بھی یہی کہتے ہیں

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتا ہے۔

(1) ثُمَّ كَانَ آخِرُ ذَلِكَ أَنَّ قَبْلَ وَ أَيْ بِرَأْسِهِ إِلَى عُبَيْدِ اللَّهِ

فَارْتَدَّ وَمَنْ بَقِيَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ إِلَى يَزِيدَ

سب سے آخر میں امام حسینؑ قتل کے گئے ان کا سر مبارک عبید اللہ

کے پاس لایا گیا پھر اس سر کا وہ بچہ یا اہل بیت کو یزید کے پاس بھیجا۔

ابن حجر عسقلانی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

(2) يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

الْبَيْتِ۔ يَوْمَ ذِي الْحِجَّةِ أَدَّى نَاسٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كَاسَ الرَّأْسِ كَرَمِيَّةَ اللَّهِ كَاسَ

سر یزید کے پاس بھیجے۔ ان کے قتل پر پہلے تو غصہ ہوا۔ پھر اظہارِ عنایت کیا اور کہا اس نے حسینؑ کو قتل کر کے مسلمانوں کو میرے خلاف غمناک کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں میری عداوت کا بیج کاشت کر دیا ہے۔

۔ کی مرے قتل کے بعد اس نے جنت سے توبہ
ہائے اس زود چشیاں کا چشیاں ہوتا
(ناب)

آگے دوہری بیٹھ لگتے ہیں۔

قَالَتْ يَا حَاجِئَةُ يَرْبُودُ: دَخَلَ وَجَلَّ عَلَى يَرْبُودَ فَقَالَ انْصَبْ
فَلَقَدْ امْتَلَأَكَ اللَّهُ مِنَ الْحُسَيْنِ وَحَيَّةٌ بِرَأْسِهِ فَقُلْتُ لَهَا:
اَفَرَحَ تَقَاتُلُهُ بِغَضَبِي؟ قَالَتْ اَيْ وَاللَّهِ!

یزید کی دیار دیا سے کہا۔ یزید کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا۔
خوشخبری ہوا ہے یزید! حسینؑ سے اللہ نے تجھے چمکا دیا۔ اور
اس کا سر چشیاں ہے۔ راوی نے دایا سے پوچھا۔ کیا یزید نے امام کے
دانتوں پر چھری ماری تھی؟ اس نے کہا۔ ہاں خدا کی قسم!

گدھ شصت صفحات میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ علامہ ابن الجوزی بیٹھنے
آٹھ (8) روایات پیش کی ہیں۔ (اروہی السعصعہ ص 56: 61)

محدثین کے بعد مورخین

(3) علامہ ابن تیمیہؒ نے شاعر و رشید علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

وَأَمَّا رَأْسُ الْحُسَيْنِ فَلَمْ يَشْهَدْ عِنْدَ أَهْلِ الثَّوْبِ وَأَهْلِ

الْيَوْمِ إِنَّهُ بَعَثَ بِهِ ابْنُ زَيْدٍ إِلَى يَرْبُودَ بْنِ مُعَاوِيَةَ وَ مِنَ
النَّاسِ مَنْ اشْكُرَ ذَلِكَ وَ عَنِيذِي أَنْ الْأَوَّلَ أَشْهُرُ
سر مبارک امام حسینؑ، اہل تاریخ و سیر کے نزدیک مشہور ہے کہ
ان زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تھا۔ کہ لوگ اس کے انکاری ہیں۔
مگر میرے نزدیک پہلی بات ہی زیادہ مشہور ہے۔
یعنی سر حسینؑ کا یزید کے پاس جانا۔

(البدایة والہیایة ہشتم 204)

ابن اعمارؒ لکھتے ہیں۔

وَالصَّحِيحُ أَنَّ الرَّأْسَ الْمَحْكُومَ دُفِنَ بِالْبَيْعِ إِلَى حَنْبِ أُمِّهِ
فَالْبَيْعَةُ وَ ذَلِكَ أَنَّ يَرْبُودَ بَعَثَ بِهِ إِلَى عَمِيلِهِ بِالْمَدِينَةِ۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ سر کرم جنت البقیع میں ان کی والدہ فاطمہ
الرحراءؑ کے پہلو میں دفن ہوا۔ اور اسے یزید نے اپنے گور کو
مدینہ منورہ بھیجا تھا۔ (شذرات الذہب اول ص 275)

مفسر قرآن علامہ قرطبیؒ نے پورا باب مثل حسینؑ پر لکھا ہے۔
حافظ ابو العلاء، ہمدانی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

أَنَّ يَرْبُودَ جَعَلَ قَدِيمَ عَقْلِهِ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بَعَثَ بِهِ إِلَى
الْمَدِينَةِ

کہ یزید کے پاس سر امام حسینؑ آیا تو یزید نے اسے مدینہ منورہ
بھیج دیا۔ (الذکر دوم 593)

امام ابن تیمیہؒ کا موقف

أَنَّ الرَّأْسَ لَمْ يَغْتَرَبْ كَسِرِّ مَهْرَبٍ وَبِكَرْهٍ شَرِّهِمْ لَمْ يَأْتِ
 كَمَا آتَى كَيْفَ هُنَا - أَنَّ الْيَدَيْنِ ذَنْبُهُمَا مِمَّنْ يَغْتَعَبُ عَلَيْهِ مِمَّنْ
 الْفُلُكَيْنِ وَالْمَوْتُ وَتَحِينَ أَنَّ الرَّأْسَ حُجْلٌ إِلَى الْقُدْبَةِ وَ ذَوْ
 عِنْدَ أَيْمِهِ (راسِ ابنِ تیمیہ ص 197)
 قابلِ اِعتدال و موافقین نے ذکر کیا کہ سر مبارک ہند شریف لے
 جایا گیا اور اپنے بھائی حسنؒ کے ساتھ دفن ہوا۔ یہ خیال امام ابن
 تیمیہؒ کا شاذ ہے۔ دیگر مثل القدر حدیث و موافقین کے مقابلہ
 میں امام صاحب کو تاریخی طور پر صحیح معلومات دستیاب پائیں۔ حالانکہ
 امام ابن تیمیہؒ دین اسلام میں ایک انتہائی رکھنے میں لکھی
 عالمِ زلفہ یہ عمارت ایسے ہی علمائے حق پرست آتا ہے ہر لغزش سے
 پاک صرف محمد رسول اللہؐ ہیں۔

جیسا کہ علامہ البانیؒ نے ابن تیمیہؒ کے بارے میں لکھا۔

فِيمَنْ الْعَجِيبُ حَقًّا أَنْ يُجْتَرَأَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةٍ عَلَى
 إِنْكَارِ هَذَا الْحَدِيثِ وَ تَكْذِيبِهِ فِي مَنَاجِجِ الشُّعْبَةِ
 ثَلَاثُ الْإِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةٍ كَمَا أَنَّ حَدِيثَهُ مِمَّنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ
 لَعَلِّي أَجِدُ مَوْلَاهُ كَمَا أَنَّكَ أَوَّلُهُ بِابْنِ كِي جَرَاتِ حِرَتِ كَيْفَ هُنَا -
 (4/104)

فَلَا أَقْدَرُ نَعْدَ ذَلِكَ وَجْهَ تَكْذِيبِهِ لِلْحَدِيثِ إِلَّا التَّسْوِغَ
 وَالْمَبَالِغَةَ فِي الرَّدِّ عَلَى الشُّعْبَةِ
 مجھے اس حدیث کی تکذیب کی وجہ معلوم نہیں کیا ہے، سوائے جلد بازی،

مبادلہ آمیزی صرف شیعہ کے رویوں (سلسلہ سیم و ہفتم 263)

□ احادیث کے تمام طرق جمع کر کے بدقت نظر جانچنے سے پہلے، جلد
 بازی میں ضعیف کا حکم لگانا یا ان کا مبادلہ ہے۔

(سلسلہ سیم و ہفتم ص 344)

امام ابن تیمیہؒ نے سر مبارک کا ہند شریف دفن ہونا قابلِ اِعتدال و موافقین پر کھسا
 ہے۔ لیکن عقلاً اور عقلاً یہ ثابت نہ ہو سکا کہ سر مبارک کوفہ سے ہند شریف براہِ راست کیسے
 پہنچی گیا؟ کیونکہ قابلِ اِعتدال بیت کے افراد شام گئے۔ ان کے ساتھ سرِ کرم کا جانا عقلاً اور عقلاً
 درست معلوم ہوتا ہے۔ دنیوی انعام کے حریف جیسے ابن زیاد کے پاس سر کو لائے تھے۔
 ویسے ہی دوجیز سے بھی سر حسینؒ کو دکھا کر بھاری معاوضہ مانگتے تھے۔
 دوسرا نیز یہ کیسے ممکن ہوتا اگر سر اسے دکھائے بغیر ہی۔ کوفہ سے سیدھا ہند چلا
 جاتا اور دفن کر دیا جاتا۔

اے موجِ ظالم ان کو بھی، دو چار چیزیں ملے سے
 آج لوگ ابھی تک سائل سے، مومنوں کا کارواہ کرتے ہیں

شوشِ حدیب نے روحِ جن میں پھونک دی
 ورنہ یہاں کھلی کھلی مستِ خمی خوابِ ناز میں

امام حسین علیہ السلام کیوں قتل ہوئے جبکہ ہمدردانہیں روک رہے تھے؟

اس سوال کا جواب مذکور امام ابن عباس علیہ السلام کے بیان سے واضح ہو گیا کہ خداوند عالم نے انہیں اپنے گزشتہ عظیم الشان بزرگ شہداء کے مرتبے پر فائز انعام کرنا تھا۔ دوسرا ان کا عمل کوئی معمولی نہ تھا بلکہ جیسے وہ خود جو انان جنت کے سردار تھے ویسے ہی انہوں نے طرز حکومت کو واپس خلافت کی طرف لانے کے لئے عظیم الشان قربانی پیش کر دی۔

عَلَى الْمَرْءِ أَنْ يَسْعَى وَيَبْتَغِي جَهْدَهُ
وَلَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يَتِمَّ الْمَقْصِدُ

جوان مرد کے ذمہ سعی و جہد ہوتی ہے۔ یہ اس کی ذمہ داری نہیں ہے کہ حالات کا رخ بدل کے ہی چھوڑے۔

نبیل القدر امام علیہ السلام نے اپنی ذمہ داری ہمارے دکھا دی۔ باقی لوگ جس تھرے کی کرتے رہ گئے اور آج تک گوش اور جردوں میں بیٹھے محض تنقید ہی کر رہے ہیں۔

کچھ کچھ کر ہی ہوا ہوں سوچ دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیتِ ماسل پہ ہے

قاتل حضرت حمزہ علیہ السلام پر، نبی رحمت علیہ السلام کا اظہارِ بخشش

کبج بخاری میں ہے: قاتل حمزہ علیہ السلام، وحشی باہل طائف کے ہمراہ دربار نبوت میں، مدینہ شریف آیا کرتا ہے: جب مجھے حضور علیہ السلام نے دیکھا تو چما
اُنٹ وُحشی؟

”کیا تو وحشی ہے؟“

میں نے عرض کیا، جی ہاں! پھر چما

اُنٹ قَتَلْتَ حَمَزَةً؟

”کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟“

میں نے کہہ دی حضور علیہ السلام! پھر فرمایا:

فَقَالَ تَسْبِطُ أَنْ تُعْطِبَ وَجْهَكَ عَنِّي؟

”کیا یہ ممکن ہے کہ تو اپنا چہرہ مجھ سے چھپالے؟ اور ہے“

تو میں نکل آیا۔ (حدیث 4072، بخاری شریف)

اس سے آگے علامہ ابن حجر مہذب سے روایت لائے ہیں:

فَقِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا وَحُشِي.

فَقَالَ ﷺ: ”ذُفْعُوهُ فَإِنَّ سَلَامَ وَجْهِ وَاجِبٍ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ

قَتْلِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ“

حضور علیہ السلام کو بتایا گیا کہ یہ وحشی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اسے چھوڑ دو،

ایک آدمی کا مسلمان ہو جانا، مجھے ہزار کا قتل کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی اسلام لے

اس کی جان بخشی کی ہے، ورنہ واجب القتل تھا۔

آگے ابن حجر مہذب مستدرک داؤد طحاوی کو یہ روایت بھی لائے ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"غَيْبٌ وَجْهَكَ غَيَّبَ قَلَا أَرَأَيْتَ"

اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھ، آئندہ بھی نہ دیکھنے نہ پاؤں۔

(فتح الباری جلد ہفتم ص 459، 462)

حضور ﷺ اپنے محبوب چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے وحشیانہ قتل پر، انجانی صدمے سے دوچار تھے۔ قاتل چچا جب مسلمان ہو کے سامنے آیا، تو قانون خداوندی کے پابند و غیر مجرم ﷺ، قانون شریعت کے مطابق اسے معاف کرتے ہیں، مگر قانون فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں کہ ایک ظالم اور قاتل کو معاف کرنے کے باوجود فرماتے ہیں کہ اپنا چہرہ مجھ سے چھپائے رکھنا، تجھے دیکھ کر میرا زخم دل برا ہو جاتا ہے اور صدمہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

یہ تو معاملہ تھا، اس شخص کا جس نے حالت کفر میں، یہ جرم کیا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد بخشتا کیا اور چہرہ شامی سے محروم ہوا۔ لیکن جس نے مسلمان ہوتے ہوئے، نواسر رسول ﷺ کو بے دردی سے قتل کیا، اس کا کیا بے کا؟ کیا اسے بھی حضور ﷺ رو دھڑکیں فرمائیں گے کہ

"غَيْبٌ وَجْهَكَ غَيَّبَ قَلَا أَرَأَيْتَ"

مجھ سے اپنا چہرہ دور کر، آئندہ بھی نہ دیکھو۔ یا قاتل نواسر

رسول ﷺ کو کوئی اور سزا العیب ہوگی؟

آپ ﷺ کے چچا کو قتل کرنے والا چہرہ دکھانے کے قاتل نہ رہا اور کیا قاتل حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ جیسے سنگین کے؟ اور اس کا نام تو حسین ہے؟ بلکہ کچھ حسین کے منصوبہ ساز، جو مرکزی صوبائی حکومت کے ذمہ دار تھے دو سب رو سیاہ ہو گئے۔

آسمان ملاح جو گروں بجاویر زمیں ہر زوال نظریات رحمۃ للعالمین ﷺ یعنی آسمان کو پورا حق حاصل تھا کہ جب حضور ﷺ کے نظریات زوال پذیر ہوں تو وہ خون کی بارش برساتا رہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ یہ روایت بیان کرتے ہیں

حدیث نمبر 17

حدثني اللَّيْثُ قَالَ سَمِعْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ يَقُولُ أَنِّي مِمَّنْ سَأَسَّرَ فَقَاتَلُوهُ فَقَاتَلُوهُ وَ قَاتَلُوا آبَاءَهُ وَأَصْحَابَهُ الَّذِينَ قَاتَلُوهُ مِنْهُ تَمَكَّنَ يَقَالُ لَهُ الْعَلَفُ وَالْعَلَقُ يَعْلِقُ بَيْنَ حُسَيْنٍ وَ قَاطِمَةَ بَيْنَ حُسَيْنٍ وَ سَكِينَةَ بَيْنَ حُسَيْنٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَكَوٍ وَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَلَمٌ لَهُ بَلَعَتْ فَبَعَثَ بِهَا إِلَى بُرَيْدِ بْنِ مَعْرِوَةَ فَاتَمَرَ بِسَكِينَةَ فَجَعَلَهَا خَلْفَ سَرَبُورٍ لَهَا فَنَزَى رَأْسَ ابْنَتِهَا وَ دَوَّى قَرْنَيْهَا وَ عَلِيٌّ بْنُ الْحُسَيْنِ فِي غَاٍ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَضَرَبَ عَلَى رِجْلَيْهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ فَقَالَ

رَعْلَتِي خَمَامٌ مِنْ رِجَالِ أَعَزَّةٍ

إِلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَهْلًا وَ أَهْلُنَا

"امام ایف رحمہ اللہ یہ روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے گرفتاری دینے سے انکار کیا۔ دشمنوں نے ان سے جنگ لڑی اور انہیں قتل کر ڈالا، امام کے دونوں بیٹے اور دیگر ساتھی بھی انہوں نے قتل کئے، جن ساتھیوں نے امام کے ساتھ قتل کر لڑی لڑی تھی۔ یہ سب مقام "خلف" پر شہید ہوئے۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور ان کی دونوں بیٹیں، فاطمہ اور دیگر کواہن زیادہ کے پاس لایا گیا۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ ان دونوں جوان تھے (بیاری کی وجہ سے ٹٹے ٹٹے)۔ ان زیادہ نے ان سب کو زیادہ کے پاس بھیجا۔ کیونکہ توخت کے پیچھے کیا گیا تاکہ اپنے باپ حسین رضی اللہ عنہ کا سر نہ دیکھ سکے، نہ بکریش واروں کے سرویکھے اور امام

زمین العابدین میں بڑے ہوئے تھے۔ زیادہ نے اپنے
ساتھ رکے ہوئے سر مبارک کو دانتوں پر چھڑی مارتے ہوئے شعر
کہا، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

”(کھڑیں) ان لوگوں کی کو پڑیاں اڑا دیجی ہیں جو ہمارے لئے
بھاری ہوں۔ اور وہ بڑے ہی سرکش اور ظالم تھے۔ عوفیؑ“

فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

”مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ إِلَّا فِيَّ
بِحَبِّ مِنْ لِي أَنْ تَرَوْهُ فَأِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ“ (الحدید: 22)
فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنْ تَمَثَّلَ بِسَبِّ بَنِيهِ وَقَالَ عَلِيُّ آيَةُ مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ يُرِيدُ: بَلَى بَمَا حَسِبْتَ تَذِيبُهُمْ وَ
يَنْفَعُوا عَنْ حُبِّهِ، فَقَالَ عَلِيُّ: أَمَا وَاللَّهِ لَوْ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ
مُعْلُوَيْنِ لَأَحَبَّ أَنْ يُحَيِّيَا مِنْ الْعَلِيِّ فَإِنْ صَدَقْتَ فَخَلِّوهُمْ
مِنْ الْعَلِيِّ، قَالَ: وَلَوْ وَفَّقْنَا بَيْنَ بَنِي رَسُولِ اللَّهِ عَلَى بَعْدِ
لَأَحَبَّ أَنْ يَفْرُقَنَا، قَالَ: صَدَقْتَ، فَفَرَّوهُمْ، فَجَعَلَتْ
فَاطِمَةُ وَ سَكِينَةُ يَنْتَظِرَانِ لِقَاءَ زَيْنٍ وَأَمْسَ أَبَاهُمَا وَ عَقَلَ يُرِيدُ
يَنْتَظِرَانِ فِي مَخْلِبِهِ يَسْتَرْ عَنَّهُمَا زَيْنٌ أَبَاهُمَا ثُمَّ أَمْرُ بِهِمَا
فَجَحَّوْا فَاصْلَحَ إِلَيْهِمَا وَأَخْبَرَهُمَا إِلَى الْمَدِينَةِ

(امام زینبی نے اس حکایت کو یہ اسناد کہا۔ سیر اعلام: ص 319
رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر دوم ص 230 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ
بیروت رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر سوم ص 104 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ
حدی عبد المجید السقنی، و رجال ثقات، مجمع الزوائد جلد خیم ص 227
مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام زین العابدینؑ نے زیادہ کے شعر کے جواب میں قرآن کریم
کی آیت پڑھی،

”کوئی مصیبت کسی شخص سے جو زمین میں یا قہار سے اپنے نفس پر نازل
ہوتی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب (یعنی نوشتہ
تقدیر) میں لکھ دیا تھا۔ اور اس کتاب کے لئے بہت آسان کام ہے۔“

زیادہ کو اپنے غش کردہ شعر کے مقابل، یہ آیت بھاری گلی تو زیادہ نے
کہا یہ سب ہمارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور وہ اکثر معاف کرتا ہے۔

امام زین العابدینؑ نے کہا، اگر رسول اللہؐ ہمیں بیڑیوں میں
بندھے ہوئے دیکھتے، تو ضرور بیڑیاں کھلو دیتے۔ زیادہ نے کہا، تو
نے درست کہا۔ تو ان کی بیڑیاں کھول دیں۔ پھر امامؑ نے کہا، اگر
حضورؐ ہمیں اپنے ساتھ دور کھڑے دیکھتے تو ضرور قریب کر
لیتے۔ زیادہ نے کہا، تو نے سچ کہا، انھیں قریب کر دیا گیا۔

فاطمہ اور سیکہ بیٹیاں، اپنے باپ حسینؑ کا سر بلند ہو کر دیکھنے کی کوشش کرنے
لگیں اور زیادہ اپنے بیٹھی کی جگہ اوجھا ہوتا رہا کہ سر حسین کو ان کی بیٹیوں سے چھپائے۔ پھر
انھیں تیار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔

صحیح حدیث کے مقابلہ میں قول امام

ان صحیح احادیث کے مقابلہ میں قول امام ابن حجرؒ یہ بیحد ہوا اور کسی امام کا قول،
کیا اسے قبول کیا جاسکتا ہے؟ ہمارے نزدیک ہر حال میں صحیح حدیث ائمہ پر مقدم ہے
امید ہے کہ قرین اب ان صحیح روایات کے بعد، سر امام حسینؑ کو بار زیادہ میں جانے کو
افسانہ نہیں کہیں گے۔ جسے حدیث اور محدثین کرام حقیقت بتاتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا حسی کر دار

تاتاری سلطان قازان کے دربار میں، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کی جماعت لے کر حاضر ہوئے، کیونکہ اس نے غزوہ بدریت کی انتہا کر دی تھی۔ بہت سخت لہے میں امام صاحب نے اسے خطاب ہو کر فرمایا:

أَنْتَ تَزْعُمُ أَنَّكَ مُسْلِمٌ وَ مَعَكَ مُؤَدُّنٌ وَقَاضٍ وَ إِمَامٌ وَ شَيْخٌ عَلَى مَا بَلَّغْنَا فَعَزَّوْنَا وَ عَزَّوْتَ بِلَا دُنَا عَلَى مَاذَا؟ إِلَى أَنْ قَالَ: وَ أَنْتَ عَاهَدْتَ لِقَدْزَوْتَ وَ قُلْتَ فَمَا وَقَبْتَ
 ”اے سلطان! تو دعویٰ کرتا ہے کہ تو مسلمان ہے۔ اور اپنے ساتھ مؤذن اور قاضی بھی رکھے ہوئے ہیں۔ امام اور شیخ بھی رکھے ہوئے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ جنگ لڑنے آ گیا ہے۔ تو نے ہمارے شہروں پر چڑھائی کر دی ہے۔ یہ سب کچھ کس بنیاد پر کیا ہے؟ یہاں تک کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرما دیا۔ تو نے جو معاہدہ کیا تھا اس سے غداری کی ہے۔ تو نے جو کچھ کہا تھا اس کی وفا نہیں کی ہے۔“

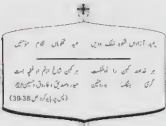
(مقدمہ الفرقان فی الاسلام ابن تیمیہ ص 11)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی سلطان ملک ناصر کے پاس چلی گئی تھی۔ سلطان نے اپنے دربار میں بلایا اور سلطان نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ لوگ آپ کی فرمائیداری کرتے ہیں اور کیا آپ کے دل میں حکومت پر قبضہ کرنے کا ارادہ ہے؟ (لغلو کارسکران، مصالین سے اسی لئے ڈرتے ہیں، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرعون نے کہا: (قَوْمُكَ مِنْ خَلْقِكَ مِنْ أَجْزِكَ) یہ جیسے تمہاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ (سورۃ الاعراف آیت 110) امام صاحب نے نہایت اطمینان قلب سے جواب دیا جو حاضرین مجلس نے سنا وہ عقیم دانش منبت ہے۔

أَنَا أَفْعَلُ ذَلِكَ؟ وَاللَّهِ إِنَّ مَلِكَكَ وَ مَلِكُكَ أَهْلَكَ لَا يُسَاوِي عِبْدِي فَلَنْسِيَنَ
 ”کیا میں یہ کام کروں گا؟ خدا کی قسم! تیری حکومت اور تیرے آباؤ کی حکومت میرے نزدیک دو گنے کے برابر نہیں ہے۔“

مظلوم چودہویں و مصلحت امت

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو تجدید دین و اصلاح امت کا مثالی کام کیا ہے وہ قیامت تک مشعل راہ رہے گا۔ ہمارے زمانے کے علماء ہوں یا حکمران، ان میں ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو جس نظر نہیں آتا جو اور پران کا درخشاں کردار آپ نے دیکھا ہے۔ ظالم و جابر اور نام نہاد مسلم حکمرانوں سے یہ بھی نہ گرائے بلکہ ان کے عقیدے پر سستے رہتے ہیں۔



امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو یہ کردار عزیمت کہاں سے نصیب ہوا؟
وہ کردار حسینؑ سے ملا ہے۔ کہ ظالم و جاہل اور نام کے مسلم سکرانوں کو راہ
راست پر لانے کے لئے، جبروں کے بجائے میدانِ عمل میں لگایا جائے۔ جیسا کہ ہر دور کے
خالصوں سے انبیاءؑ نکلائے۔
جیسے نواسہ رسولؐ نے وقت کے ظالم اور غلامتِ راشدہ کے ماحصلوں
کو لٹکا رکھا۔

خاموشاں امام حسینؑ کے سکر ہمارے دینی پیشوا نہ سمجھ پائے۔
نکل کر خفا ہوں سے ادا کر رسم شیری
اسلام اور مسلمانوں کو جن عصری مسائل کا سامنا ہے۔ ان سے علماء کی اکثریت غافل و
کامل ہے۔

بس ان کے بچے، قہقہے، ان کے دستا فضیلت، ان کے نورانی چہرے، کبھی راہِ خدا
میں خاک آلود نہ ہوئے، خون آلود نہ ہو تا تو دور کی بات ہے۔ ان کے اچلے کپاس دیکھ کر یوں
لگتا ہے جیسے کبوترانِ بامِ حرم ہوں۔ جو دیکھنے میں بہت بھلے، خوبصورت اور خوشنما لگتے
ہیں۔ جبکہ انہوں نے کبھی شاہینِ اسلام کا کردار ادا نہ کیا۔

وہ غریب خوردہ شایں جو پلا ہو کر کسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے وہ و رسمِ شاہبازی
(اقبال)

علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں
حدیث نمبر ۱۷۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ مَنَعَ
حَسَنَ وَحُسَيْنَ هَذَا عَلَى عَائِقِهِ وَهَذَا عَلَى عَائِقِهِ وَهُوَ
يَلْتَمِسُ هَذَا مَرَّةً وَيَلْتَمِسُ هَذَا مَرَّةً حَتَّى انْتَهَى إِلَيْنَا فَقَالَ لَهُ
رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنَّكَ تُحِبُّهُمَا؟ قَالَ مَنْ أَحَبَّهُمَا
فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي بَعَيْنِي الْحَسَنَ
وَالْحُسَيْنَ (مسلسلہ الاحادیث الصحیحہ ششم حدیث 2895)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور ﷺ گھر
سے باہر نکلے آپ کے ساتھ حسن اور حسینؑ بھی تھے۔ یہ اس
کندھے پر سوار تھا وہ دوسرے کندھے پر سوار تھا۔ کبھی حضور ﷺ
اس کو چومتے، کبھی اس کو چومے، چلتے چلتے ہمارے پاس آئے۔
ایک آدمی نے پوچھا حضور ﷺ! آپ ان دونوں سے محبت کرتے
ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ جو ان دونوں سے پیار کرے گا، گو یا اس نے
مجھ سے پیار کیا۔ جو ان دونوں سے بغض رکھے گا، گو یا اس نے مجھ
سے دشمنی کی۔ یعنی حسن اور حسینؑ۔

ناصیبت کیا ہے؟

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

روافض! تو اصحاب کا کیا طریقہ ہے؟

جو اب میں فرمایا۔ روافض صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہیں۔

وَ اَنَا تَوَاصِيَتْ فَبِهِمُ الْاَيُّمُ تَصَوُّوا الْعَدُوَّةَ بِالْاَهْلِ الْقَبِيبِ وَ
تَزَكُّوا مِنْهُمْ وَ تَكْفُرُوهُمْ وَ تَقْتُلُوهُمْ

”میں لوگوں وہ ہیں جنہوں نے اہل بیت سے عداوت دل میں پال
رکھی ہے۔ ان کی تحفیر کرتے ہیں۔ انہیں قاصق کہتے ہیں، ان سے
بیاداری کرتے ہیں۔“ (مشکوٰۃ ص ۲۱۲، بحوالہ نمبر 212)

قاسم حسینؑ کی روایت حدیث

علامہ ابن جریرؒ نے نقل کی ہے:

صحابی رسولؐ نے فرمایا: کاہنا، عمر بن سعد بن ابی وقاص سے کچھ لوگوں
نے روایت کی ہے اور اسے تقد نامی کہہ ڈالا۔

(۱) لیکن اسناد امام بخاریؒ کی بھی بنی من من ہے۔ کہا: حَيْفَ يَكُونُ مِنْ قَتْلِ
الْحُسَيْنِ يَوْمَئِذٍ؟ جَوَابُ ابْنِ جُرَيْرٍ: كَوْنُ قَتْلِ رَسُوْلِهِ (قَاتِلِ اَمْرًا) كَيْسِ
يُؤْتِي سَبْ

(۲) موضوع کے ایک آدمی نے عمر بن سعد سے روایت کرنے والے کو
کہا: اِنَّا كَمَا سَعِدَ اَهْلًا قَاتِلِ الْحُسَيْنِ فَسَكَنَتْ فَقَالَ لَعْنُ عَنْ
قَاتِلِ الْحُسَيْنِ نَحْنُ نَحْنُ؟ فَسَكَنَتْ۔

اسے ابو سعیدؒ نے اپنی سند سے قاسم حسین سے روایت کیا۔ پھر
اس نے کہا تم نہیں قاسم حسین سے حدیث بیان کرتے ہو؟ تو راوی
ناموش ہو گیا۔

(۳) عمرو بن علیؒ نے ایک آدمی سے کہا: اَنَا تَخَافُ اللّٰهَ تَوْفَى عَنْ
عُمَرُو بْنِ سَعْدٍ؟ فَكُنِيَ لَوْ قَالَ لَا اَعُوذُ كَيْتَا لَوْلَا لَمْ يَسْئَلْ عَنْ
ابن سعد سے روایت کرتا ہے؟ تو راوی رو گیا۔ پھر اس نے کہا: آئندہ

کبھی اس سے روایت نہیں کروں گا۔

□ آگے ابن جریرؒ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ اخْبَرْتُ ابْنَ فَضْلَانَ فَلَمْ يَخْبُرْ فَبَيْنَ الصَّحَابَةِ

میرا کہنا یہ ہے کہ، ابن فضال نے انہی بات کی کہ اسے صحابہ میں ذکر کر دیا۔

آگے ابن جریرؒ ابن سعد کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔

جب امام حسینؑ عراق پہنچے، تو عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو روے
اور بعد ان کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور حکم دیا کہ امام حسینؑ کی طرف جائے۔ اس کے
ساتھ چار ہزار (4000) کا لشکر دیا۔ پہلے تو عمر نے انکار کیا۔ ابن زیاد نے کہا۔ اگر یہ
کام نہیں کرے گا تو میں تجھے گورنری سے معزوں کروں گا اور تجھے گھر پر باد کروں گا۔
پھر اس نے اس کی اطاعت کی اور حسینؑ سے جا کر جنگ لڑی اور انہیں قتل کر دیا۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ۔ (تہذیب الاحادیث جلد 7 ص 451)

□ امام ابن حبیہؒ کی یہ بات ذکر ہوئی تھی کہ انہیں وہ ہیں جو اہل بیت سے
بغض رکھتے ہیں۔ اب بتائیے جو براہ راست قتل حسینؑ کے مجرم پائے گئے، وہ کیا
قرار پائیں گے؟

نفل کر غافلہوں سے ادا کر دم شیری
کہ فقر غافلہ ہی ہے فقط اعدو و گھیری
ترے دین و ادب سے آری ہے بوسے رہائی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم ہی

(اردو ترجمہ ص 741)

قد روان حسین بن علی، فاروق اعظم

حدیث نمبر 12

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ السَّيَمِيِّ: أَنَّ عُمَرَ لَخَقَّ الْخَسَنَ
وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا مَعَ أَهْلِ بَنُو لُقْمَا تَبَهُمَا بِرَسُولِ اللَّهِ
بِجَنَاحِ عُمَرَ قَارِقٍ هُوَ سَنَ اُورِ حُسَيْنٍ رَضِيَ عَنْهُمَا كَيْفَ اُنْ كَ اَبِ
(علی بن ابی حمزہ) کے برابر مقرر کئے ہو اہل بدر کے دغا تک کے مساوی تھے۔

حسین کے دغا تک کا استحقاق یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے تھے۔
(سیر اعلام النبلاء، ذیابی جلد سوم ص 266)

دوسرے مقام پر امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کا اضافہ درج کیا۔ لِكُنِّي وَاجِدُ
خَفْسَةَ الْاَبِ بِرَايِكِ كَيْفَ اَبِ جَزَار (5000) مقرر تھے۔ (حوالہ مذکور ص 285)
(3) لکھ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں حسن و حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت دیکھیں۔

”جنگ بدر“ مسلمانوں کا پہلا معرکہ تھا جس پر قرآن کریم مکمل کر ذکر کرتا ہے۔
حسین اس معرکہ عظیم شریک نہیں تھے۔ بلکہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

جنگ بدر سن دو ہجری کو ہوئی۔ اس کے ایک سال بعد حسن رضی اللہ عنہ تین ہجری کو اور
حسین رضی اللہ عنہ چار ہجری کو پیدا ہوئے۔ لیکن عدل قاروقی یہ ہے کہ جو پہلی بیت کا ہو۔ وہ
بدری صحابہ کے برابر وہ خفیہ پائے۔

لیکن ہمارے لوگوں کی عقل کہاں گھاس چرنے ملی گئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے
بارے میں بغض و عناد کا زہر مت سے اگلنے پھرتے ہیں؟

(4) ایک روز عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ باپ کے پاس شکایت لائے کہ ابا جی! آپ نے
میرے اور حسن و حسین کے دینی یکساں کیوں مقرر کر دیے؟ میں تو حضور ﷺ کے

آگے آگے جہاد میں حواری چلا تا تھا جبکہ یہ دونوں اس وقت مدینہ کی گھیموں میں کپڑوں میں
انچ کر کر پڑتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جواب دیا کہ ایک شرط پر تیرا وہ خفیہ ان کے
برابر کرتا ہوں،

اَنْ تَحْضُرُنِيْ اَبَا مِثْلَ اَبِيْهِمَا وَ اَمَّا مِثْلُ اَبِيْهِمَا وَ جَدًّا مِثْلَ
جَدِّهِمَا۔

”ان کے جیسا باپ، ان جیسی ماں، ان کے جیسا نانا، لے کر آ۔“
یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احتجاج کر دی ہے۔

ان کا باپ علی رضی اللہ عنہ ہے۔

ان کی ماں فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہے۔

ان کے نانا ساری مخلوق کے سردار اور خاق کائنات کے محبوب ہیں۔

(مقدمہ کتاب الموافقة بين اهل البيت والصحابه)

ص: 3 از علامہ زمشعری)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا انداز شفقت

حدیث نمبر ۱۱۱

علامہ ابن حجر مہذب نے روایت لائے ہیں۔

"امام حسین رضی اللہ عنہ خود راوی ہیں، فرماتے ہیں، میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبہ دیتے ہوئے منبر پر چڑھ گیا۔ میں نے کہا: میرے باپ کے منبر سے بیٹھ جائیں۔ اور اپنے باپ کے منبر پر جائیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے (غصہ منانے کے بجائے نرمی اور شفقت سے فرمایا: میرے باپ کا تو کوئی منبر نہ تھا۔ مجھے پکار کر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ میرے ہاتھ میں ننگریاں تھیں جن سے کھینک رہا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منبر سے بیٹھ اترے تو مجھے بھی ساتھ ہی اپنے کمر لے گئے۔ مجھے پوچھا یہ تجھے کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا خدا کی قسم! مجھے کسی نے نہیں سکھایا پھر فرمایا: میرا باپ آپ پر قربان!

کاش آپ میرے پاس آیا کریں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دن میں گیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خصوصی میلنگ کر رہے تھے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت کا دستکڑ تھا (نکسن ہے اسے اجازت نہ ملی ہو) وہ واپس چلا گیا، میں بھی اس کے ساتھ واپس چلا آیا۔

کچھ دنوں بعد میرا حضرت عمر سے آمتنا سامنا ہوا۔ فرمایا: کیا بات ہے؟

میں نے کہا: اے امیر المؤمنین میں تو آیا تھا۔ مگر آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے غلوٹ

میں میلنگ کر رہے تھے۔ میں بھی اور آپ کا بیٹا بھی، واپس چلے آئے۔

فَقَالَ: اَلَمْ اَتَعْنِ بِالْاِذْنِ مِنْ اَبْنِ عُمَرَ،

"فرمایا: آپ میرے بیٹے سے زیادہ حقدار ہیں۔ یعنی آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔"

فَوَيْلًا اَنْتَ عَاتِرِي يَوْمَ رُوِيَكَ اللهُ ثُمَّ اَنْتُمْ

"یہ جو میں عزت ملی ہوئی ہے، یہ اللہ کے بعد تمہاری ہی عطا کردہ ہے۔"

(الاصابہ دوم ص 69 سند صحیح)

تشریح

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شفقت و محبت دیکھیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا ذرا بھی برا نہ منایا۔ بلکہ اعترافِ عظمت کا اظہار کیا کہ یہ منبر واقعی آپ کے نام پر ہے۔ میرے باپ کا نہیں۔

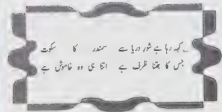
دوسری عظمت کا اظہار کہ میری نظروں سے اوجھل نہ رہا کرو۔ اپنا بیٹا کر دیتے رہا کرو۔ اپنے بیٹے کو اندر آنے کے لئے میری اجازت دے رہا ہے۔ مگر آپ کو اندر آنے کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

تیسرا اظہار عظمت ظہیر راشد کا کہ یہ عز و شرف ہمیں، اللہ کے بعد تمہاری عطا کر دے ہے۔ اولوالعزم ظہیر جس کے ساتھ کئی لڑائی ہوئی امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے بچھ جاتے تھے۔

دوسری طرف یہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تنہا نبیوں میں بھی ہدایات دیتے رہے اور انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر بھی بنایا۔ صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث 4108 میں دیکھیں کس عز و شرف کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجین کی؟ منبر رسول ص ۱۱۱ پر کھڑے ہو کر لگا کر جو اس خلافت کا آرزو مند ہے، وہ ذرا اپنا سر اٹھائے۔

ہم اس خلافت کے زیادہ مقدار ہیں، اس سے اور اس کے باپ سے۔
بعد میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ یہ کلمہ پڑھ کر مر گئے اور اس کو کوئی نہ سمجھا۔
اپنے عظیم فاروق اعظم کے کس قدر احسان فراموش نہ کیا۔
علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا۔

أَنْ عَمَرَ حَسَنًا أَهْلَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مَا يَضِلُّهُ
لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ إِلَى النَّبِيِّ قَالَتِي يَكُونُ لِهَمَّا
قَقْلَانِ. أَلَا أَنْ كَانَتْ نَفْسِي (سیرۃ النبیؐ، جلد سوم ص 285)
”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کرام کے بچوں کو
سنے پکڑے پہنائے۔ لیکن ان پکڑوں میں ایسے نہ تھے جو حسن و
حسین رضی اللہ عنہما کو زب دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ایک آدمی کو یمن
دوڑایا۔ وہ مدہ پکڑے لایا۔ حسین رضی اللہ عنہ کو پہنا کر، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔
اب میرا دل خوش ہوا ہے۔“



حضرات حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت جلال رضی اللہ عنہ
حدیث نمبر ۱۱۱

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے روایت لائے ہیں۔

حضرت ابو رزادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

کہ حضور ﷺ کی وفات پر جلال رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر مدینہ چلے گئے۔

ثُمَّ إِنَّ بَنِي بِلَالٍ لَا زَايَ النَّبِيِّ ﷺ فِي مَنَابِهِ وَهُوَ يَقُولُ مَا هَذِهِ
الْحَفْوَةُ بِمَا بِلَالٍ؟ مَا آيَ لَكَ أَنْ تَقْرُوْنَا؟

”جلال رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ فرما
رہے تھے۔

ہاں! یہ کیا ہے وفاتی ہے، ہمارے زیارت کرنے کا ابھی وقت نہیں
آیا ہے؟“

فَأَنبَتَهُ حَوْبًا فَرَسَبَ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَتِي قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَ
يُنْكِي يَدَهُ وَيَتَفَرَّغُ عَلَيْهِ قَالَتِي الْخَسَنُ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

بیدار ہوئے تو بہت غمگین تھے۔ فوراً انتقام کر کے سواری چکڑی، مدینہ سے روانہ

ہو کر، مدینہ منورہ پہنچے، محبوب ﷺ کی قبر پر حاضر ہوئے اور روتے رہے۔ قبر شریف پر
لوٹ پٹ بوتے رہے۔ اتنے میں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ آ گئے۔

فَجَعَلَ يَقْبَلُهُمَا وَتَضَمَّنَهُمَا فَقَالَ لَهُ نَفْسِي أَنْ تُلَوِّدُنِ فِي
الشَّعْرِ فَقَدْ لَطَعَ الْمَسْجِدَ

”حضرت جلال رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ کو چومتے رہے اور انہیں اپنے سینے
سے چماتے رہے۔ دونوں نوادر رسول ﷺ نے جلال رضی اللہ عنہ سے

فرمائش کی، ہماری تنہا ہے کہ آپ اذان فجر کہیں۔ بال مسجد کی
چھت پر چڑھے۔

فَلَمَّا كَانَ اللَّهُ أَكْبَرُ أَكْبَرُ اللَّهُ رُتَجَبِ الْمَدِينَةِ

”جب اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا باندی۔ مدینہ شریف کا پ
اٹھا۔“

فَلَمَّا كَانَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَذَتْ رَحْمَتُهَا

جب

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَارَا

تو مدینہ میں ڈر کی کیفیت میں اور اضافہ ہو گیا۔

فَلَمَّا كَانَ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، خَرَجَ الْبِشَاءُ مِنْ
حُدُودِهِمْ فَمَا رَأَى يَوْمَ الْكُفْرِ بِكَ يَا كَيْتَا وَنَا كَيْتَا مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمِ

جب

أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ كِي آواز فضاؤں میں گونجی،

مدینہ کی خواتین اپنی چھتوں پر چڑھ کر بے تاب ہو گئیں۔ لوگ

دھاڑیں مار کر روئے اور اس روز خواتین و حضرات خوب روئے۔ اتنا

کبھی روتے ہوئے نہ پائے گئے۔ (اسد الغابہ جلد اول ص 417)

اس روایت میں دیکھئے،

بالِ نبویؐ، کس طرح فرط محبت سے حسینؑ کو پار پار چومتے اور گلے لگاتے
ہیں۔ ان کے نورانی چہروں میں کس محبوبؑ نظر آتا تھا۔ اور ان کی فرمائش کو پورا
کرتے ہیں، حالانکہ وہ پختہ عہد کر چکے تھے۔

فَوَيْلٌ لَّيْ لَا تُؤْمِنُ إِلَّا خَبْرُ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ

”میں رسولِ نبویؐ کے بعد کسی کیلئے اذان نہیں کہوں گا۔“

(مدتِ اہل بیت علیہم السلام جلد اول ص 164)

حضرت بالِ نبویؐ صرف رسولِ نبویؐ کے موذن تھے۔

حضورِ نبویؐ کے بعد انہوں نے اذان کہنا ترک کر دیا، کہ ان کی اذان سننے

والی محبوبِ شخصیت دنیا میں نہ رہی تو اب کس اذان سنائیں؟

جہاد کے لئے جنگی محاذوں پر چلے گئے۔

مکرم حسینؑ کی فرمائش بال نہ کیے۔

مدتِ بعد مدینہ کی فضاؤں میں اذان بالی گونجی تو صحابہ و صحابیات علیہم السلام کو دور

نبویؐ یاد آیا، سب چھوٹ کر رونے لگے۔ اذان بالی نے مدینہ کو پھر سوگوار کر دیا۔

لوگ کھیرائے ہوئے گھروں سے والہانہ نکل کھڑے ہوئے کہ شاید حضورِ نبویؐ دوبارہ

تشریف لے آئے ہیں۔

جب انہیں یاد کر آیا صحابہ محبہ محبہ اچھی

جب ان کا غم دیکھا تو رات بھر بچل بچل گئی

حضور ﷺ اور آل بیت جنت کے ایک ہی محل میں ہوں گے

حدیث نمبر ۱۲۴

علامہ الباقی رحمہ اللہ یہ روایت بھی لائے ہیں۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں: حضور ﷺ ایک رات ہمارے پاس تشریف لائے۔ رات ہمارے پاس بسر کی۔ حسن اور حسین بن سوئے ہوئے تھے۔ رات بچوں کو پیاس لگی تو حسن نے پانی مانگا۔ تاہم حضور ﷺ پانی کے برتن کے پاس گئے۔ پیالے میں پانی ڈالا۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ کو چلانیے گئے۔ حسین نے لپک کر چکڑے کی کوشش کی، تو آپ ﷺ نے اسے روکا اور حسن کو پہلے پایا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ابا جان! اگر آپ کو آپ حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا یہ بات نہیں۔ اصل اس نے پہلے پانی مانگا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:”

”يَرْبِي وَرَبَّكَ وَهَذَيْنِ وَهَذَا الرَّاقِدُ بَغْيِي عَنِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي مَنَاجٍ وَاحِدٍ بَغْيِي فَاِطْمَئِنَّ وَوَلَدَيْهِ الْخَسَنُ وَالْخَسَنُ عَزَّ وَجَلَّ“
”بے شک میں اور تو (فاطمہ) اور یہ دونوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) اور یہ سوایا ہوا شخص یعنی علی رضی اللہ عنہ قیامت کے روز ایک ہی محل میں اکٹھے ہوں گے۔ یعنی قاطر اور دونوں بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہما۔“

تشریح

حضور ﷺ کا مقام جنت میں کیا ہوگا؟ جہاں فرمایا کہ علی و فاطمہ اور حسن و حسین اسی مقام پر ہوں گے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ مؤذن جو کلمے کہتا جائے سميع ساتھ ساتھ دہرا کرے گا۔ بعد ازاں دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ النَّافِعَةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ابْنِ مُحَمَّدٍ
الرَّوْسِلَةَ وَالْقَبِيْلَةَ وَانْعَمُ مَقَامًا مَّحْمُودًا اَلَّذِي وَعَدْتَهُ خَلَقْتَ
لَهُ شَقَائِعِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (کتاب الاذان، حدیث نمبر 614)

”جو یہ دعا پڑھے گا۔ اس کے لئے میری سفارش، معاملہ ہو جائے گی
روز قیامت ہمارے مضمون سے متعلق اس دعا کا وہ جملہ ہے، اے میرا
اویسیلہ کر اسے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ عَظَمَ الْاَمْرِ“

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

الرَّوْسِلَةَ هِيَ مَا يَنْقَرُ بِهِ اَلِی الْکَبِیْرِ
وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے بڑی سنی کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

وَلْتُطْلَقْ عَلَی الْمَرْبِیِّ لِمَا لَیْلَیْهِ اَوْ مَطْلَقًا مَّالِی شَأْنٍ مِّنْ اَوْ كَسْبَةٍ یِّنْ۔ صحیح مسلم
میں یہ وضاحتی الفاظ ہیں

فَوَلَّيْنَا مَنَازِلَهُ فِی الْجَنَّةِ لَا یَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ
”جنت کا وہ محل ہے جو ساری مخلوق میں سے ایک ہی بندے کے شان میں
شان ہے۔“ (یعنی رسول ﷺ کے لئے) (فتح الباری، ج ۱ ص ۱۲۵)

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ قصر جنت صرف ایک ہی
خانہ کا لئے ہے۔ جس میں حضور ﷺ اپنی تمام ازواجِ مطہرات، حضرت فاطمہ زہرا اور
حسن و حسین کے ساتھ اس میں مشغول قیام پائے ہوں گے۔ اس عظیم الشان محل کی خصوصیت یہ
ہوگی کہ حضور ﷺ کے دو چھاتی چھاتی بچوں کے لئے جو شاہکار ہیں ان کے بعد اسے بھی زیادہ
ہوں ان سب کے لئے، اس بے مثل محل میں پوری پوری وسعت اور کفایتی درازا بڑی کی بہت
زیادہ علی گواہی ہوگی، اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی زیارت باسعادت کیلئے زائرین تو اس بلند
مرتبت قصر میں عارضی طور پر جایا کریں گے۔ مگر آپ کے اہل خانہ و اہل بیت اس میں عارضی

نہیں، بلکہ بچے بچے ہمیشہ کے لئے سکونت پذیر رہیں گے۔ زائرین بعد زیارت نبوی و اہل بیت اپنے اپنے محلات میں چلے جایا کریں گے۔ نبوت کا گھرانہ وہیں رہتا رہے گا۔ اس لئے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ امتداد مابے کمال بیت کے کسی فرد سے راسا بھی دل میں نہیں آیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عظیم الشان محل میں کچھ گزند یا زبردستی ہوئی ہو۔ اس لئے سے غمزدہ جائیں۔ کیونکہ اس محل کے اصل باشندے حضور ﷺ اور ان کے گھرانے کے افراد ہی ہوں گے۔ لہذا نہ آل بیت سے بغض رکھیں نہ ازواج مطہرات سے۔ دونوں ہی قاضی احترام و حق اہل بیت ہیں۔

میں دل کو رووں یا بھر کو

میری دونوں سے آشنائی ہے

□ قرآن کریم میں سورہ العنکبوت کی آیت 21 اس حدیث 12 کی تائید دہن کرتی ہے۔

”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی، تو ہم (اپنے فضل و کرم سے) ان کی ذریت کو (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ بھی کم نہ کریں گے۔“

مجھے اپنی اپنی کی قسم ہے
مگر اپنے دل کو کہیں کیا کرو
زی رفتن کا خیال ہے
اسے بھر بھی غل وصال ہے

احترام حسین علیہ السلام اور نعمان بن بشیر علیہ السلام

حدیث نمبر 15

علامہ طبرانی رحمہ اللہ روایت بھی لائے ہیں۔

”حضرت حسین علیہ السلام اپنی زمین کی طرف نکلے جو حرہ سے باہر تھی۔ اور ہم پیاد چل رہے تھے۔ اچانک حضرت نعمان بن بشیر علیہ السلام اپنے منجر پر سوار آگے سے آ رہے تھے۔ فوراً منجر سے نیچے اتر کر شہسوار کی لئے حضرت حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور کہا۔ اسے اللہ کی قسم کہ ہند سے اس پر سوار ہو جائیں۔ امام حسین علیہ السلام کو اچھا نہ لگا۔ مگر نعمان اللہ کی قسمیں ڈال رہے تھے۔ بمشکل امام حسین علیہ السلام سوار ہونے کو تیار ہوئے۔ اور فرمایا۔ نعمان! آپ نے قسمیں کھا کر مجھے مجبور کیا ہے۔ لہذا آگے (فرخت سیٹ پر) آپ بیٹھیں، میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔ کیونکہ میں نے اپنی والدہ محترمہ فاطمہ علیہا السلام سے حضور ﷺ کی حدیث سنی ہے۔“

اَلْجَلِيَّ اَسْقَى بِضُلُوْءِ دَايِيْهِ وَ ضَلُوْءِ فِرَايِيْهِ وَالصَّلَاةُ فِى مَنَازِلِهِ اِلَّا اِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسُ عَلَيْهِ

”آؤں اپنی سوار پر آ کے پیٹنے، اپنے بستر پر آ کے بیٹھنے اور اپنی مسجد میں امامت کروانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ البتہ وہ امام جس پر لوگ متفق ہوں اس سے متفق ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی کا جانتا دے۔“

نعمان سے کہہ کر رسول ﷺ کی نکت جگر نے بالکل جی فرمایا۔ میں نے بھی اپنے والد بشیر علیہ السلام سے ایسا ہی سنا تھا۔ جیسے فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا ہے۔ لیکن حضور ﷺ نے آخر

میں یہ بھی فرمایا: **لَا عَنْ آيَةٍ مِّنْهُ وَهَاجَزَاتِ دَعَا**۔

فَرَحِمَتْ حُسَيْنٌ عَلَى الشَّرْحِ وَ زَيْدٌ لَهُ الْاِنْصَارُفُ

حضرت حسین آگے سوار ہوئے اور عثمان انصاری ان کے پیچھے بیٹھے۔ (الحکم الکبیر للعلامة جلد نمبر 371 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ)

تشریح

اس حدیث شریف میں احترام حسینؑ کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

حضرت عثمانؓ جہیز کا امام حسینؑ کو دیکھتے ہی سواری سے پیٹے اتر آنا کس قدر محبت و احترام ہے؟

اپنی سواری امام کے لئے پیش کر دیا۔ اور قسمیں کھا کر، مدت حاجت کرنا۔

سواری پر آگے بیٹھنے کے بجائے امام کے پیچھے بیٹھنا۔ یہ قہمیت و احترام اہل بیت، صحابہ کرام کے دلوں میں، یہ نعمان وہی ہیں جو۔

امام ابن جریر مسند اہل بیت لکھتے ہیں۔

باب مسلم بن قیسؓ کی یاد و جزاء (12000) کو فیوں نے بہت کی تو زید کا ایک حامی فرمان بن شیر کے پاس جاکے کہتا ہے۔ **فَلَنْ صَعِيفٌ تَوْسُطُ صَعِيفٌ فَلَنْ يَكُنْ** بے شک تو کمزور و حاکم یا بے بس ہے۔ سارا شہر باقی ہو گیا ہے۔

حضرت عثمانؓ جہیز نے اس حامی زید کو تاراجی جواب دیا۔

لَا اَنْ اَكُوْنَ صَعِيفًا فِي طَاعَةِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ قُوْتًا فِي مَغْصَبِهِ مَا كُنْتُ لِاَهْلِكَ بِشَرٍّ

”اللہ کی فرمانبرداری میں، میں کمزور ہو جاؤں تو مجھے یہ محبوب ہے۔

پر نسبت اس کے کہ اللہ کا فرمان ہو کر طاقتور ہوں۔ میں ہر دے کو چھوڑ نہیں سکتا۔ یعنی میں ان کو روکا نہیں کروں گا۔“

پھر ای سرکاری چٹھو نے زید کو لکھ لکھا۔ زید نے یہ مکتوب پڑھتے ہی اپنے مشیر خاص عیسائی تمام سر جو کو بلایا۔ اور اس سے مشور کیا۔ اس عیسائی نے مشورہ دیا کہ نعمان کے بجائے۔ عبید اللہ بن زیاد کی کوئی کونک کر سکتا ہے۔ حالانکہ قبل ازیں ہی زید، عبید اللہ بن زیاد سے ناراض تھا اور زید اسے بصرہ کی حاکمیت سے معزول کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

روی عیسائی سازش

□ (قیصر روم اپنی چال چلارہا۔ بڑی انکیم کے تحت امیر معاویہ جہیز کے گھر عیسائی عورت مسون کو مسلمان بنا کے داخل کیا اسی سے زید پیدا ہوا جس کی پرورش عیسائی قبیلے کے فضائل میں ہوئی۔ اس کو مسلم بیوی کو امیر معاویہ جہیز نے طلاق بھی دے دی تھی۔ عیسائیوں کی گہری سازش تھی کہ مرکزی مسلم حکومت میں اپنے دشمنی ٹوٹ داخل کرے۔ انہی میں سے یہ خصوصی مشیر ”سر جو“ بھی تھا۔

جس نے زید کو ان زید کا مشورہ دیکر گورنر کو بلوایا۔ اور میدان کر بلا میں قائم ان نبوت کو کھل دیا۔ اور عیسائی دنیا اپنے مہلک کی ہزیمت کا انتقام لینے میں کامیاب ہوئی۔

(جیسا کہ مصر حاضر میں یا سر عرفات کے گھر میں پوری منصوبہ بندی کر کے ایک عیسائی عورت داخل کی گئی۔ جس کا نام انجام دینا ہے دیکھو کیا۔)

زید نے ان زید کو کھل کھسا کر میں تھا۔ اب راضی ہو گیا ہوں۔ لہذا بصرہ کی گورنری کے ساتھ ساتھ کونے کونے کا بھی گورنر بنا ہوں اور اسے نصر دیا کہ مسلم بن قیس جہیز کو تلاش کر کے قتل کر دے۔ (۱۱) اسباب دوم (ص 70، 69)

زید کا جیلا گورنر ابن زید و لعلتی

پھر علامہ ابن جریر مسند اہل بیت نے کافی تفصیل لکھی ہے کہ ابن زیاد نے کیسے جلاو بن کر اہل بیت کو قتل کیا۔

حدیث نمبر 182

علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بھی منہ نامی کے حوالے سے ذکر کی ہے۔
”حضرت شہداء علیہ السلام نے ذکر کیا۔“

حضور ﷺ ہمارے پاس یا حسین علیہ السلام کو کھدے پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ بچے کو نیچے بٹھا کر نماز کے لئے آگے بڑھے، نماز کی تکبیر کی نماز پڑھی نماز میں کھدہ لہا کیا، رادۂ شہادۃ نے کہا۔

قَوْلُهُ وَأَمْسَى وَإِذَا الصُّبْحُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ سَاجِدٌ

میں نے دوران کھدہ سراجا کے دیکھا۔ تو وہ بچہ رسول ﷺ کی کمر پر تھا۔ جبکہ آپ ﷺ کھدہ میں تھے۔

میں پھر واپس کھدہ میں چلا گیا۔ جب حضور ﷺ نے نماز مکمل پڑھا لی تو انہوں نے کہا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! آج آپ نے معمول کے خلاف کھدہ لہا کر دیا تو ہمیں گمان گزرا شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے یا آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان میں سے کوئی چیز نہ ہوئی۔

وَلَكِنْ لِّيُرَاتِخَلِيلِي فَكَيْفَ هُنَّ أَنْ أَعْتَلَّ خَلِّي بَغْيِي حَاجَتَهُ
”میں میرا خلیفہ پر سوار ہو گیا تھا میں نے جلد بازی سے کام نہ لیا۔ کہ یہ اپنا شوق پورا کرے۔“ (مسند سلیمان بن ابی حفصہ، منہ نامی حدیث 1140)

حسین علیہ السلام کیلئے جنت کی بشارت

حدیث نمبر 183

علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِي زَيْنِ بْنِ أَفْلَحَ الْجَنْبِيَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَيَّ فَحَسْبِي بَنِي عَلِيٍّ ﷺ لَقَائِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ (سلسلہ الامادۃ حصہ چہم جلد 4003)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا
”جئے بھتی آؤ دی ویکنا پسند ہو، وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔“

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ میں نے رسول ﷺ سے سنا تھا۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف میں یہ جملہ لکھا ہے۔ مذکور حدیث پر
ذَكَرُوا زَيْنَاتِ الْجَنْبِيَّةِ لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ
قَدْ قُلْتُ (صحیح ابن حبان جلد 15 حدیث نمبر 6966)

اس میں امام حسین علیہ السلام کے لئے جنت کا ثبوت ہے اور اللہ نے ایسا کر دیا ہے۔

مختصر وضاحت

گزشتہ تین صحیح احادیث امام حسین علیہ السلام کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔

حدیث 14 اور 15 میں ذکر ہوا کہ جب حضور ﷺ کھدے میں ہوتے تو حسین علیہ السلام آپ ﷺ کو سوار کیا جاتے۔ آپ ﷺ نے ان کی خاطر کھدہ اٹا لیا کر دیا کہ صبا پ کرام کھراگے کہ شاید کوئی حادثہ پیش آ گیا۔ اگر صحابہ نے حسین علیہ السلام کو حضور ﷺ کی کمر سے اتارنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ

”جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ ان دونوں سے محبت کرے۔“

اب جو نامیں لوگ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ حکومت وقت کے خلاف کیوں نکلے؟ وہ خود ہی سوچ لیں کہ وہ کس قسم کی محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ کیا یہی منشاء نبوت ہے؟ یا اپنی خواہش نفس کی پیروی ہے؟

حدیث 16 میں حضور ﷺ کا فرمان دیکھیں کہ امام حسینؑ کو آپ ﷺ جتنی جانتا رہے ہیں اور (Clear Cut) دونوں انداز میں نام بتلوا رہے کہ حسینؑ جتنی جانتے ہیں۔ قاتل حسینؑ، بڑے بڑے نام بتلوا حضور ﷺ اسے اسے جنت کی بشارت نہیں دی۔ ایک جمل روایت قطعیہ کو خواہ مخواہ صحیح جان کر اسے مغفور و معفو میں شامل کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس انتہائی حدیث کی وضاحت سنن ابی داؤد و مطبوعہ دار ابن حزم یہ روایت کی صحیح حدیث 2512 کتاب الجہاد نے کر دی ہے کہ پہلے فکر کے امیر خالد بن ولید کے صاحبزادے عبدالرحمان تھے۔ اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔

وَكُنْتُ غُرُورًا يَزِيدُ الْمَذْكُورَةَ فِي سَنَةِ النَّبِيِّ وَحَمِيسٍ مِّنَ الْيَهُودِ (فتح الباری، کتاب الجہاد، جلد 6 ص 126)

”بڑے کاغذ و ہڈ کر وہ تھوڑے دن (52) بھری کا ہے۔“

(اس وقت بڑے کی عمر 7 یا 6 برس تھی۔)

امام ابن حبیہؒ نے حضرت علیؑ کا فرمان لے کر دو قسمی خلافت میں لکھ گئے بعد میں آنے والے لوگ اندھے و مقلدوں کی طرح کبھی پرکھی مارتے چلے جا رہے ہیں۔ جبکہ محدثین کی اکثریت امام ابن حبیہؒ کے خیال سے بالکل مختلف ہے۔ جتنی حضرات جرم ہیں کہ وہ اپنے امام کے مقلد ہیں۔ اور اور کیا ہو رہے؟ امام ابن حبیہؒ کی تقلید بھی کیا واجب ہو گئی ہے؟ حالانکہ صحیح الجہاد حدیث کا صحیح اتباع قرآن و سنت ہے۔ لیکن آج دیگر مقلدین کی طرف، اگر ناموس کو حرف آخر سمجھ لیا گیا تو بابت کہاں تک پہنچے گی؟

□ ابتدا اہل بیت کی محبت واجب ہے۔ جس پر واضح نصوص موجود ہیں۔ قرآن و حدیث میں جو نام لے کے کوئی قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں۔ یا کون سے حضور ﷺ کے فرشتوں کی تحریف اور مدح میں جنت کی بشارت لے کر بیان ہوئے ہیں؟

امت کی بربادی قریشی لڑکوں سے

ان بے نصیبوں کے لئے حضور ﷺ کا کبھی فرمان کافی ہے جو کبھی بخاری میں آیا ہے۔ قال ابو هريرة عن رسول الله ﷺ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمُسْتَوْفَى يَقُولُ خَلَقَنِي أُمِّي عَلَى بَدْنِي عِلْفَةً مِّنْ قُرَيْشٍ ”ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا کے نہایت بڑے پیغمبر ﷺ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے۔ میری امت کی بربادی قریشی کے چھوڑ کر ان کے ہاتھوں ہوگی۔“ (کتاب السنن حدیث 7058)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ شرح میں مزید لکھتے ہیں۔ دوسری روایت یہ بھی عِلْفَةً مُّسْتَفِیًّا مِّنْ قُرَيْشٍ ”بے وقوف قریشی لڑکوں کے ہاتھ میری امت کی خرابی ہے۔“ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر جاہلوں میں ان کے نام تک تا سکا ہوں۔ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کائنات کا ہر فرد کائنات بغير اسمائہم کو یا ابو ہریرہؓ ان حق قریشی لڑکوں کے نام تک جانتے تھے۔

□ دوسرا فرمان پیغمبر ﷺ ان بے نصیب جو نام لے کر قریشی لڑکوں کے نام سے آئے۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ رِّدَاةِ الْقَبِيحِ اِنْ اَعْلَمْتُوهُمْ خَلَقْتُمْ وَ اِنْ غَضِبْتُمْوَهُمْ اَخْلَقْتُمْ ”میں لڑکوں کی حکمت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اگر تم ان کی پیروی کرو گے۔ ہلاک ہو جاؤ گے (دین کے حوالے سے) اور اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو تمہیں چاہر کے رکھ دیں گے۔ (دنیا کے حوالے سے)“

□ حضور انجی پیش گوئیوں سے گھبرائے ہوئے ابو ہریرہؓ بازاروں میں چلتے پھرتے یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَدْرُجْنِيْ سَنَةً بَيْنَيْنِ وَلَا اِمَارَةً الْبَيْتَيْنِ

”اے اللہ! مجھے نہ اس سال کے درمیانوں کی حکومت دیکر نصیب ہو۔ یعنی وہ وقت آنے سے پہلے ہی مجھے دنیا سے اٹھالیا۔“

ابن جریر عسقلانیؒ تخریج میں مزید لکھتے ہیں۔

یہ کھلا اشارہ ہے کہ سب سے پہلا کھنڈہ اس سال (60) میں یزید بن معاویہ، ہے جو اسی سال حکومت پر قابض ہوا۔

آگے فرماتے ہیں۔ وہ لوگوں کو حکومت کے حصول کیلئے ہلاک کریں گے۔

آگے ابن جریر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

وَ اِنْ اَوَّلَهُمْ يَوْمُهُمْ عَمَّا ذَلَّ عَلَيْهِمْ قَوْلُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ زَاوِيِ السَّيْتَيْنِ وَ اِمَارَةَ الْبَيْتَيْنِ فَاِنْ يَوْمُهُمْ كَانَ عَلَيْنَا نَسْتَوْخِ الشُّيُوْخَ مِنْ اِمَارَةِ الْبَلْدَانِ الْكِبَرِ وَ يَوَلِّيْهَا الْاَسَاغِرُ مِنْ اَلْاَزْدِ

”قول ابی ہریرہؓ دلالت کرتا ہے کہ سب سے پہلا لڑکا یزید تھا۔ جو دو سالوں میں سال کے شروع ہونے سے اس لڑکوں کی حکومت سے ہٹا دیتے تھے۔ یزید بڑے بڑے شیخ کو شہروں سے معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کا قہر کر رہتا تھا۔“

یہ ہے وہ قابل ذکر ہستی جس کے لئے ہمیں جنت کے ٹکٹ بانٹ رہے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ اس کے دور سے ہی اللہ کی پناہ مانگی اور حضرت ابو ہریرہؓ جیسے مجلس اللہ رحمانی اس کے دور سے پہلے مرنے کی دعا نہیں کرتے رہے۔

(فتح الباری جلد 13 صفحہ 12-15)

□ حافظ ابن جریر عسقلانیؒ نے امام حسن بصریؒ کا قول نقل کیا۔

لَقَدْ قَدِمَ عَلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ اَمِيْرًا مُّؤَمَّرًا عَلَيْنَا مُعَاوِيَةَ عَلَانًا سَدِيْقًا يَسْخُفُ الْبَقَاعَ سَفْكًَا ضَعِيْفًا (حوالہ مذکور ص 159)

حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

جب ابن زید ہمارا حاکم بن کے آیا تبے معاویہ نے بھیجا تھا۔

یہ وہ خوف لڑاکا تھا جس نے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا یعنی بڑا قاتل

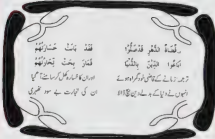
اور سفاک تھا۔

میں تھا وہ خونخوار اور دعوہ حضرت امیر معاویہؓ کا مقرر کیا ہوا جیلا، جسے بعد میں

یزید نے جان کر کوٹھ میں بھیجا تا کہ نبی اکرم ﷺ کے تحت مقدسی نفوس کو کھل کر رکھ دے۔

□ حافظ ابن جریر عسقلانیؒ امام احمد شہن کی تحقیقات خواہی کہ

اگر کوئی انسان نے کہے تو اس کے ظلم کا اتمام نہ کیا جائے تو اور کیا کیا جائے؟



کہاں خون شہیدان؟ کہاں چمچر کا لہو؟

حدیث نمبر 174

صحیح بخاری میں ہے۔ ابن ابی عمیر کہتے ہیں: ایک غرم (لباسِ حریم) پہنے ہوئے نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کسی کو قتل کرنے کا کیا حکارہ ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا۔ عراقی لوگ قتلِ ذاباب کے بارے میں پوچھتے ہیں جبکہ انہوں نے دخترِ رسولؐ کے لختِ جگر قتل کر ڈالا۔

وَقَالَ السَّيِّدُ هَذَا وَنَحْنُ نَسْتَأْذِنُ مِنَ الذُّبَابِ

”حسن اور حسین دونوں میری دنیا کے سینکے پھول ہیں۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان احادیث کا باب ”اندھا ہے۔“

(باب مناقب الحسن والحسين رحمہما اللہ، حدیث 3753)

تشریح

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک اور روایت لائے ہیں۔

”سَيِّدُ ابْنِ عَمْرِو عَنْ قَدَمِ التَّغْوِصِ تَصْبِيبُ الْوُوبِ،

”حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوا کہ چمچر کا خون کپڑے کو لگ

جائے تو کیا نماز ہو جاتی ہے؟“ سنن ابی داؤد کی روایت کے حوالے

سے ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔

فَقَدْ بَا أَهْلُ الْخَيْرِ عَنِ النَّبِيِّ عَنِ الذُّبَابِ؟

ابن عمرؓ نے فرمایا۔ اسے عراقیوں نے تم مجھ سے کسی مارنے کا جرم پوچھتے ہو؟

أَوَدَّةُ ابْنِ عَمْرٍو هَذَا مُتَعَجِّبٌ بَيْنَ جُرْحِ أَهْلِ الْخَيْرِ عَنِ

السُّؤَالِ عَنِ الشَّيْءِ الْبَاسِ وَتَفْرِيطِهِمْ فِي الشَّيْءِ الْخَفِيفِ

”حضرت ابن عمرؓ کو حیرانی اور تعجب ہوا اہل عراق کے معمولی چیز

کے سوال پر۔ اور عظیم القدر (اہل بیت) نہایت بڑی بات کے جرم

کی کوتاہی پر۔“

آخر پر حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ کا فرمان پیش کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

”حسن اور حسین دونوں میری دنیا کے سینکے پھول ہیں۔“

ان سینکے پھولوں سے حضور ﷺ کو جو خوشبو آتی تھی وہ شہادتِ علمی کی خوشبو

تھی۔ جس سے آپ کا دماغ مقدس معطر ہو جاتا تھا۔ پھر خوشبوئے شہادت سے آگے

خوشبوئے جنت آتی تھی کہ جو ان جنت کی سرداری کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عراقیوں پر طعنِ ملامت اس لئے کیا کہ ان کا دل

بھی قتلِ حسینؓ پر شندیدہ رنجیدہ تھا۔

حضرت ابن عمرؓ کی بیعت بڑی کیلئے

شہادتِ حسینؓ کے بعد امام عالی مقامؓ کا مقصد شہادتِ رنگ لایا اور

مسلمانوں کی خوابِ غفلت سے آنکھیں کھلیں۔

● اہل مکہ نے بڑی کی بناوت کر دی

● اہل کوفہ میں تو (فُتُوؤن) مرنے مارنے پر تل گئے۔ ہزار شہید ہو گئے۔

● اہل مدینہ نے طعنِ بناوت بلند کر دیا۔

ان تینوں بڑے علاقوں میں صحابہ کرام انصار و مہاجر کثرت سے موجود تھے۔

□ بخاری شریف کی روایت ہے کہ اہل مدینہ کی بناوت پر ابن عمرؓ نے اپنی آل

اوراد کو اکٹھا کر کے کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، بے وفا کیلئے قیامت کے روز، پر ہم لہرایا

جائے گا۔ ”ہم نے اس آدمی (یزید) کی بیعت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بیعت پر کسی حق کے بعد بیعت توڑنے سے باز کر اور کوئی جرم نہیں کر قتل و مارت کا راستہ نکل جائے۔ (صحیح بخاری حدیث 7111)

تشریح

ماہر ابن جریر عثمانی رحمہ اللہ نے لکھتے ہیں۔

بیعت اور رشوت

أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَرَادَ أَنْ عَمَرَ عَلَى أَنْ يُبَاعِعَ لِتَوْبِهِ قَائِمِي وَ
قَالَ ﷺ لَا أُبَاعِعُ أَمِيرَيْنِ قَارَسَلِ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ بِمَانَةِ الْكَلْبِ
وَرُحْمَهُ فَأَعَدَّهَا قَدَسٌ إِلَيْهِ وَجَلَا فَقَالَ لَهُ عَائِشَةُ لِمَ تَبَاعِعُ
فَقَالَ إِنَّ ذَاكَ لَذَلِكَ (یعنی عطاءِ ذلّتِ التَّامِلِ لَا خَلْفَ وَفُورِ
الْمُبَاتِقَةِ) إِنَّ دُونِي عِدَدِي إِذَا لَرَجِصُ

”بے شک معاویہ یزید نے اسے عمرہ ﷺ سے اپنے (بیٹے) یزید کے لئے بیعت لینا چاہی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں ایک وقت دو (2) امیروں (حکمرانوں) کی بیعت نہیں کرتا۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لاکھ (100000) درہم بھیجا۔ انہوں نے (یہ کہہ کر) میرا حق سے بیت اہل سنت رکھ لیا۔ پھر ایک جاہلوں کو ان کے پیچھے لگایا۔ اس نے حضرت عبداللہ سے کہا آپ کو یزید کی بیعت سے کیا چیز روکتی ہے؟ حضرت عبداللہ کو کھٹا لگی اور فرمایا: اچھا! ایک لاکھ (100000) درہم اس بیعت کی قیمت (رشوت) ہے۔ بے شک میرا دین تو پھر بہت سستا نہیں! (صحیح البخاری جلد 3 ص 88)

□ جب امیر معاویہ یزید فوت ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خط لکھا کہ میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو اس وقت اپنے ناکہ ان کو انکار کر کے حد بیعت نکالی تھی۔
□ ان ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرا کہنا یہ ہے۔

بجائے مدینہ کا سبب یہ ہے کہ یزید نے اپنے چچا زوار عثمان کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ اہل مدینہ نے ایک وفد یزید کے پاس بھیجا، ان میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ (غیبی لکھنؤ) اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یزید نے ان کی مہمان نوازی کی اور عطیات دیئے۔

فَرَعُوا قَاطِعَهُ وَاعْتَبَهُ وَنَسُوا إِلَى شُرْبِ الْخَمْرِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

اس وفد نے واپس مدینہ پہنچ کر پارت دی کہ یزید میں یہ یہ عیب اور خرابیاں ہیں۔ اور اس سے شراب پینے کی بات کی، اور بھی کئی کچھ ذکر کیا۔

یہ سن کر اہل مدینہ (گورنر) حامل یزید پر فحوت پڑے اور اسے مدینہ بدر کر دیا۔ اور یزید کی بجائے کاغان کر دیا۔ یزید کو بجائے کی خبر ملی تو اس نے مسلم بن عقبہ کی زیر نگرانی مدینہ منورہ پر چڑھائی کے لئے لشکر روانہ کیا۔ اسے قتل دیا کہ تین (3) دن تک انہیں باغیوں بازار آچا کہیں کو بہترہ اور نہ انہیں قتل کر دیں۔ جب آپ ان پر غلبہ پا جائیں تو اپنے لشکر کو تین (3) دن کے لئے علی جمعی دین تاکہ اسی طرح قتل و مارت کریں اور قاتلین کی عزتیں لوٹ لیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کرتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جب وقت اہل آیت آئے انہوں نے یزید کو ہار آگاہ کیا کہ ایک دن اہل مدینہ سے تیرا واسطہ پڑے گا اور سے وفادار مسلم بن عقبہ کو مدینہ پر چڑھائی کے

(رج الباری 13 ص 88)

لے روانہ کرنا اس وقت اس نے یہی کہہ کیا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ کی تشریح حدیث

حضور ﷺ نے "قادر" کے لئے یہ معجزہ منجھنے کا ذکر فرمایا۔

وَالْمَشْهُورُ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ وَارِدٌ فِي فَمِ الْعَادِي وَغَدِيهِ
 يَلْكَمَانِي الْيَمْنُ فَلَنَعْلَمَ بِرُغْبِهِ وَالْيَزَامِ الْقِيَامِ بِهَا وَالْمُخَالَفَةِ
 عَلَيْهَا فَمَنْ حَاطَهُمْ أَوْ نَزَلَهُ الشَّقَقَةُ عَلَيْهِمْ وَالْفَقْرُ بِهِمْ
 فَقَدْ عَذَرَ بَعْضُهُمْ

"اس حدیث سے مراد عوام کے بھائے سکران ہیں جس کے گھٹے میں اپنی رعیت کی امانت کا پناہ ہے اسے قائم رکھنے کی ذمہ داری ہے اس کی حفاظت اس کے ذمہ ہے۔ جب وہ ان سے خیانت کرے گا۔ اپنی رعایا پر شفقت اور نرمی ترک کر دے گا تو وہ حقیقت میں غدار ہوگا جو اپنی ذمہ داریوں سے بھر گیا۔"

امام نووی رحمہ اللہ دوسری تفسیر کرتے ہیں کہ احتمال یہ بھی ہے اس حدیث سے کہ رعایا اپنے سکران سے بے وفائی نہ کرے، کہیں وعدت طے پارہ پارہ نہ ہو جائے۔ "واضح الاول" لیکن صحیح بات یہی ہے۔ (نہج المرقاة جلد 7 ص 300)

(شرح مسلم نووی رحمہ اللہ ج 12 ص 39)

بیعت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر امام شافعی رحمہ اللہ کا حوالہ

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عَصَابٍ إِنَّ بَيْعَةَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدٍ كَانَتْ عَزْمًا

"بے شک بڑے حق میں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت دل

کی کراہت سے تھی۔" (الاعتصام ص 305)

یہ بات ہم نے تاریخ سے لی ہے مگر اس کی تائید محدث کبیر شارح موطا امام مالک رحمہ اللہ یعنی علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے یوں کی ہے۔

قَالَ ابْنُ عَصَابٍ: مَا أَسَى عَلَى شَيْءٍ إِلَّا أَتَى لَمْ أَكْبَلْ مَعَ غُلِيٍّ الْفَيْئَةِ الْيَمْنَةِ

"مجھے زندگی بھر کسی چیز کا اتنا غم نہیں ہوا۔ جتنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر باقی نوے سے جنگ نہ لڑ سکے کا دکھ ہے۔"

(الاعتصام ص 214)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بچپتا ہوا

امام دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَصَابٍ: مَا أَسَى عَلَى شَيْءٍ إِلَّا أَتَى لَمْ أَكْبَلْ مَعَ الْفَيْئَةِ الْيَمْنَةِ (الموتلف والمختلف ص 1259)

"حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مجھے کسی چیز پر اتنا بچپتا ہوا نہیں جتنا اس بات کا ہے کہ میں نے باقی گروہ سے لڑائی کیوں نہ لڑی۔"

مَا مَاتَ مَسْرُوقٌ حَتَّى تَابَ إِلَى اللَّهِ مِنْ تَعْلُفِهِمْ عَنِ الْفَيْئَةِ الْيَمْنَةِ

"امام مسروق رحمہ اللہ نے مرنے سے پہلے اللہ سے توبہ کی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لڑائی میں ساتھ نہ دے سکے۔" (الاعتصام)

ساب بچپتائے کیا ہوت

جب چڑیاں پک گئیں کھیت

سب قلع صحابہ کرام علیہم السلام بعد میں بچپتائے رہے۔ کاش خلیفہ راشد حضرت

علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دے کہ خلافت راشدہ کو تسلیم کر لیتے تو بعد میں خاندان نبوت بے دردی

سے نہ مارا جاتا؟ اور مدینہ شریف میں 7 سوسا پور 2 ہزار کربا تبیین قتل نہ ہوتے۔ نہ ان کی محترم خواتین کی عزتیں لٹیں۔ نہ خانہ کعبہ کو جلا یا جاتا۔ نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد رضی اللہ عنہ کو گدھے کی کھال میں ڈال کر زندہ جلا یا جاتا۔ نہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سولی پر لٹکائے جاتے۔ نہ جعفر بن عدی رضی اللہ عنہ کو (بابِ امت محمدیہ رضی اللہ عنہ) خلیفہ قتل کیا جاتا۔ نہ ہمیشہ کے لئے ملکیت کا دروازہ کھلتا۔ جو آج تک امت مسلمہ در بدر ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کے چاروں بے مثال خلیفہ کو آج تک ہم ترس رہے ہیں۔ ان جیسا بے لوث و خدا ترس دنیا سے بیزار خلق خدا کا حقیقی خادم و فکر آخرت سے لرزاں و ترساں، خوف خدا سے ہمیشہ ہلکا ہوا اور امت کے لئے ترپنے والے سکران کہاں سے لائیں؟ اقبال اپنے شکوہ میں فرماتے ہیں۔

آئے عشاق مجھے وعدہ فرما لے کر

اب نہیں ڈھونڈ چراغِ رنجِ دنیا لے کر

□ خلافت راشدہ کے بعد مسلم سکران بے خدا ہو گئے اور عوام کی اکثریت غیر جانبدار ہو گئی۔ ہاتھ لگا کر ایسے سکرانوں کے خوشامدی بن گئے۔ صدیوں سے یہ ملت ہمیشہ راہ ہے۔ بس رست خداوندی کا سہارا ہاتی ہے۔

بقول حکیم الامت علامہ اقبال رضی اللہ عنہ

میں ہے نامید اقبال اپنی کشت ویراں سے

ذرا نرم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز سے ساقی

(شکوہ)

□ امت کے عظیم ان خلیفہ علامہ کو بھی ظالموں نے شہید کر ڈالا۔ جو انسانیت کے عظیم محسن تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ و اعوان کے جذبات رخصت کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رنجیدہ دل کے ساتھ رہا یا تھا۔

أَسْتَوْعَلَ اللَّهُ مِنْ مَقْتُولٍ (طبرقی مکتبہ، رجال البیڑی ثقات)

اے مقتول! میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ دوسری روایت یہ بھی

ہے۔ "فَأَعْتَقَهُ وَبَعَثَ" (عیون الاخبار مقدی، 191)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اللہ و اعوان کے وقت قتل کروا دئے۔

صہبہ کرام کو صاف نظر آ رہا تھا۔

کہ ہمارے نبی ﷺ کا لاڈلا اور مسرت کے منہ میں چارہ ہے۔

اس لئے سب گھبرائے ہوئے اور بیٹھان تھے۔

ان کے نزدیک قتل حسین رضی اللہ عنہ معمولی حادثہ نہ تھا۔

حکمرانوں کی خوشامد منافقت ہے

کج بخاری کی روایت ہے۔

قَالَ أَمْسُ لِيَمِينِ عُمَرُو بْنِ رَأَى تَدْخُلُ عَلَى سُلْطَانٍ فَتَقُولُ

لَهُمْ بِخِلَافِ مَا تَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِندِهِ قَالَ كُنَّا

نَعْدُهُ بَقَاءً (کتاب الامم، حدیث نمبر 7178)

"کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، ہم اپنے

بادشاہوں کے دربار میں جاتے ہیں اور ان کے سامنے جو باتیں

کرتے ہیں۔ باہر نکل کر ان کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ﷺ نے فرمایا۔

”ہم اس کو نہ نفقت سمجھا کرتے تھے۔“

□ کچھ لوگ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، انہوں نے بڑے کورا کہا۔

فَقَالَ رَضِيَ، اتَّقُوا لَوْ هَذَا بَيْنِي وَجْهُهُمْ؟

کیا تم یہ باتیں، ان کے سامنے بھی کرتے ہو؟

فَالُوا، بَلْ نَمُدُّهُمْ وَنُنِيبُ عَلَيْهِمْ

کہنے لگے:

ان کے منہ پر تو ہم ان کی مدح سرائی اور تعریفیں کرتے ہیں۔

سُخْ پ قلاب مصلحتوں کے پڑے ہوئے

ب ب پ زانہ سازی کی مہر میں لگی ہوئی

بیٹے زبان و دل میں کوئی ریل ہی نہیں

روئے زمین پر افضل ترین اہل بیت

حدیث نمبر ۱۶۴

عَنِ الْحُسَيْنِ النَّصْرِيِّ قَالَ قِيلَ مَعَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ

بِسَبْعَةِ عَشَرَ وَشَلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَاللَّهُ مَا عَلَى عَلَيْهِمُ الْأَوْحِشِ

يُؤْمِنُونَ أَهْلُ بَيْتِ بَشِيْهُونَ

”حسن بھری بیٹہ نے فرمایا۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ان کے اپنے

گھرانے کے سوا (16) افراد شہید ہوئے۔“ خدا کی قسم! اس دن

روئے زمین پر۔۔۔ ان کے عالی مقام کا کوئی گھرانہ نہ تھا۔“

فَالِ سَفِيَانُ۔ وَ مَنْ يَشْكُ فِي هَذَا؟

حضرت سفیان نے سن کر فرمایا۔ اس میں کوئی شک نہ کر سکتا ہے؟

(تہذیب طبری کی چودھ سو سال 118، اس روایت پر کوئی شک نہیں)

□ امام حسن بھری بیٹہ، اہل سنت کے ٹیبل القدر امام اورتا بھی ہیں۔ جنہوں نے نام

المونین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔ (العارف ص 194)

□ سفیان ثوری،

كَانَ مِنْ أَزْهَدِ النَّاسِ خَاوِلَ الْخَلِيفَةِ بِحُكْمِ الْوَسَائِلِ أَنْ

يُؤَيِّدَ الْقَضَاءَ فَلَمْ يَرْضَ وَهَرَبَ مِنْهُ وَاسْتَحْلَى وَكَانَ

يَعِيشُ مِنْ رِزْقِ بَخَارِهِ وَكَانَ آيَةً فِي الْخَلْقِ وَرَوَايَةِ

الْعَدُوِّينَ۔ (العارف، ابن قتیبہ ص 218)

”حضرت سفیان بیٹہ اپنے زمانے کے عظیم زاہد تھے، وقت کے

عسکران نے اپنی ہر طرح کی کوشش کر ڈالی کہ انہیں قاضی بنائیں مگر

وہ نہ مانے وہاں سے بھاگ نکلے اور چھپ گئے۔ ان کا گزرا جی تجارت کے قطع پر تھا اور مثالی محافظہ قاتل زور وایت حدیث میں لکھی کہ ثانی ہے۔

□ امت کے ان عظیم راہبروں کی نگاہ میں امام حسینؑ اور ان کا گھرانہ دنیا کے تمام گمراہوں سے افضل ترین ہے۔ لیکن انہوں نے کبھی تم غرہ اس خاندان نبوت کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور ان نازیبا حرکات کا نام انہوں نے شانِ صحابہ رکھ چھوڑا ہے۔

۔ چہ لو اور راست و زودے کہ بکف چراغِ وارو

حالانکہ خاندان نبوت کو اللہ نے وہی شانِ نصیب کی ہے۔

☆ ایک صحابی ہونے کی

☆ دوسرا اہل بیت ہونے کی۔

جبکہ دیگر تمام صحابہ دوسری فضیلت سے محروم ہیں۔ وہ صرف اکبری فضیلت صحابی ہونے کی رکھتے ہیں۔ اس فصیح حرکت کو ہم ان کی یہ سبھی کہہ سکتے ہیں۔ جو صریح قرآن و حدیث کی اصول کا منہ چراتے ہیں۔ اَعَاذَکَ اللہ مِنہ

ہیرو اور زیرو Hero and Zero

□ حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت جنہیں انکسالمون اَلْکَافِرُونَ کہتا ہے۔ جنہوں نے تیرہ (13) برس کے میں کفار کے ظلم برداشت کئے، جنہوں نے مدینہ منورہ میں ہر وقت میدانِ جہاد میں مثالی جان فدا کی۔ حقیقی ہیرو، خلافت راشدہ کے اختتام پر ہڈی پر ہڈی اور جولوگ خلیفہ اسلام ہوجانے کے بعد مسلسل بائیس تیس سال تک مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے۔ یہ کسی کے عالم میں جب بچنے کی کوئی صورت نہ رہی، مجبور ہو کر اہل اسلام کے قافلہ میں شامل ہوئے وہ زیرو (zero) سے ہیرو (Hero) بن بیٹھے۔ تیرہ لگی دورانِ قودیکھے؟

قول محمد بن الحنفیہؑ

حدیث نمبر ۱۵۴

(۱) عَنْ مُلَيْدِ الثَّوْرِيِّ قَالَ: إِذَا ذُكِرْنَا حُسَيْنًا وَ مَنْ قَبْلَ مَعْقِلِهِ قَالَ مُحَمَّدٌ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ، قِيلَ مَعَهُ سَبْعَةُ عَشَرَ شَاہًا كُنْهُمْ (اَزْكَفْصَ بِيْزْ رَجِيعَ فَاِطْمَعَةِ مَرْوَانَ)

منذر ثوری سے روایت ہے کہ ہم جب کسی حسینؑ کا تذکرہ کرتے اور ان کا پہلا زوں کا جو ان کے ساتھ سی شہید ہوئے تو محمد بن حنفیہؑ (امام حسینؑ کے سوتیلے بھائی) کہتے۔ امام کے ساتھ سترہ (17) ایسے جوان شہید ہوئے جو سب کے سب حضرت فاطمہؑ کے علق سے تعلق رکھتے تھے۔ (طبرانی کبیر ص 3، 119، رجال کبیر)

(۲)

خامرانہ جگر کی سینہ لکھتے ہیں وَلَمَّا بَلَغَ مَسِيرُهُ اَخَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَشْرٌ يَتَوَخَّؤْنَ لِيُكَلِّمُوْهُ حَتَّى مَلَكَهُ مِنْ دُمُوْهِ جَدِّهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ كَوَافٍ بَعْدَ بَعْدٍ حَتَّى رَوَّاهُ كِي خُجْرَ بَوْنِي تَوْجَسَ رَتْنِ مِشْ وَشَوْرَ كَرْنِ لَگے تھے وہ روتے روتے آنسوؤں سے بھر گیا تھا۔ (الاصدائق 249)

(۳)

امام زہریؑ کہتے ہیں کہ کسی نے محمد بن حنفیہؑ سے پوچھا کیا بات ہے کہ تیرے باپ (یعنی علیؑ) تجھے جسے مشکل مہمات میں ذل دیتے ہیں، ان میں حسنؑ اور حسینؑ کو کیوں نہیں ڈالتے؟ قَالَ لَا يَنْهَانِيْ عَنْهَا حَزَنِيْهِ وَحُكْمُ بَدَلَةٍ لِّكَانَ يَتَوَخَّؤْنَ يَسْتَدِيْهِ عَنْ حَزَنِيْهِ۔ (سير اعلام النبلاء 4، ص 117)

انہی حلیہ میں نے جوان کیا کیونکہ وہ دونوں (حسین علیہ السلام) میرے والد کے رخسار تھے۔ اور میں ان کا ہاتھ تھا۔ وہ اپنے رخساروں کی حفاظت فرماتے تھے۔

تشریح

محمد بن حنفیہؓ، امام حسینؓ کے مدینہ سے روانگی پر ان کے ساتھ نہ گئے نہ اپنے لڑکوں کو ساتھ جاتے دیا۔ لیکن شہادت حسینؓ کے بعد انہیں ان کے متعدد اور قدرہ قیمت کا پتہ چلا۔ موجود زمانے میں اس کی مثال یوں دیکھ لیں۔

دور حاضر کی مثالیں

جب 1953ء میں حکومت پاکستان نے، ظالمانہ طور پر سید مودودیؒ کی پبلیکیشن کو پبلیکیشن کا حکم سنایا تو اس وقت ان کے ضخیم رفیق مولانا ابن حسن اسلامیؒ نے اظہارِ نگاہوں کے ساتھ فرمایا تھا۔ میں مولانا مودودی کو بڑا آدمی سمجھتا تھا۔ لیکن اتنا بڑا نہ سمجھتا تھا کہ پبلیکیشن کے حکم کو تسلیم کر لیں گے۔

بالکل اسی طرح جو چند عظیم صحابہ، امام حسینؓ کو زیادہ کے خلاف لکھنے سے روک رہے تھے۔ انہیں بھی شہادت حسینؓ کے بعد چھٹا بنا پڑا۔ اور زندگی بھر تپتے رہے۔ ان میں سے کتنے ہی بغاوت کر کے شہادت حسینؓ کی پیروی میں جام شہادت پی گئے اور کتنے ہی قاتلان حسینؓ پر نظریں پیچھے رہے؟ اور آج تک امت مسلمہ اس حادثہ عظیم پر سوگوار ہے۔ عمر حاضر کی مثال دوم، 1929ء میں ایک سچے عاشق رسولؐ کا زنی علم الدین شہید، جب 6 اپریل کو پبلیکیشن پر نکل کر اپنی جان ادا کر کے خاں کے لئے گئے۔ اس وقت کے فلسفہ مشرق و مغرب کے امام اعظم امام اقبالؒ جیسے جیسے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پکار اٹھتے ہیں۔ فرمایا: "ترخان و امثالہ اسے ساریاں تو بازی لے گیا، تے امیں سارے دیکھو۔ اے ای رو گئے۔"

یعنی ترکمان (Carpenter) کا بیٹا، ہم سب سے بازی لے گیا۔ اور ہم دیکھتے ہی رو گئے۔

۔ یہ رحمہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و دین کہاں؟

بالکل تازہ مثال مولانا عبدالرشید غازی کی ہے جو لال مسجد اسلام آباد میں شہید کئے گئے۔ ہمارے وقت کے پچھلے فرعون و نمرود، چیلہ شیطان و بڑیہ جس کا نام اس شہنشاہ ایران کے نام پر ہے، جس گستاخ رسولؐ نے ہمارے پیغمبرؐ کو اسلام کا نام مبارک پر نہ پڑنے پر نہ کر کے زمین پر پھینک دیا تھا۔ اس خبیث روح نے، کفر کو خوش کرنے کے لئے کتنا بڑا ظلم اٹھایا۔ مگر آخر فریق ہے اس ہستی کے جو دین اسلامی کی خاطر پیش پاے نام حسینؓ پر جل کر اپنے خالق تعالیٰ سے جاملے۔ اور باقی سارے مٹائے وقت سمیت ہم جیسے گنہگار دین الوقت بن کر دیک کے رو گئے۔ اور تمنا شد دیکھتے رہے۔ معلوم نہیں روزِ عشرِ ابد کیا جواب دیں گے؟

اے کہ اندر خبرہ با سازی سخن
خبرہ لا پیش نمرود بیان
(اقبالؒ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہمدردی

حدیث نمبر ۱۴۴

قال ابن عباس رضی اللہ عنہما إِنْ شَاءَ قَدَرْتُمْ حُسَيْنَ بْنِ النُّجُودِ فَلَنْتَ لَوْ لَا أَنْ يَزُورَ ذَلِكَ مِنْ أَوْلِيكَ لَنَسَبْتُ بَيْتِي بِوَيْ زَيْدِكَ قَالَ فَكَيْفَ الْيَدِي زَيْدٌ عَلَيَّ أَنْ قَالَ لَا أَنْ الْقَلْبَ بَيْنَكَ وَحَدَّيْكَ حَتَّى يَنْتَهِي إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُسْتَعْلَى مِنْ حَرَمِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَلَيْكَ الْيَدِي سَلَّى بِنَفْسِي عَنْهُ (مجموعہ خطباتی سوم ص 120)

(ایضاً مجمع الزوائد ص 9 ج 287)

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ حسین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے تفک کی اجازت مانگی میں نے کہا۔ اگر کشتی نہ ہو تو میں آپ کے ہاتھوں کو پکڑ لیتا۔ امام نے جواب فرمایا میرا فداں فلاں جگہ تک نہ جانا۔ اس بات سے مجھ پر کہ حرم شریف کو میری وجہ سے متاثر کر لیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ امام کے اس جواب سے میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔“

تشریح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام حسین رضی اللہ عنہ سے قریباً چار (4) سال بڑے تھے۔ رشتے میں امام صاحب دھن کے بھتیجے تھے۔ خوئی شہدادار اور چچا ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ پر درس کھا رہے تھے۔ کہ انہیں ظالم حکومت کے تیر دہلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس لئے جہاں تک امام حسین رضی اللہ عنہ پر اثر ڈال سکتے تھے۔ ڈال دیا مگر امام حسین رضی اللہ عنہ بھی اپنی شہادت پر رامیدی نہیں بلکہ یقین رکھتے تھے۔ کہ حرم سے باہر مارا جائے تاکہ حرم شریف کا تقدس

پامال نہ ہو۔ اسی بات سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کچھ دوسلہ ہوا اور ان موش ہو گئے۔ مگر دل اندر سے بیٹھا جا رہا تھا۔ کیونکہ یہ بھتیجا کوئی عام بھتیجا نہ تھا۔ بلکہ محبوب و مقرب علیہ السلام کا محبوب اور اڈا اڈا اور سدا تھا۔ اس وقت اہل بیت کا واحد بلند ترین منارہ نور بھی تھا۔ تمام ظالمین امت کی آنکھوں کا تارا تھا۔ سب اہل غیر و محبت کی نگاہیں اسی کی طرف اٹھتی تھیں۔ کوئی ہمدرد اہل بیت اور کوئی غمگسار اہل ملت ان کا دکھ نہ دیکھ سکتا تھا۔

لیکن تقدیر الہی میں یہ شہادت عظمیٰ کبھی جا چکی تھی۔ اور بار بار مختلف فرشتوں کے ذریعے یہ خبر حسین رضی اللہ عنہ کے نااہل چچا کو بتلائی بھی جا چکی تھی اور بار بار حضور نے اپنے اس بیٹے کو گود میں بگھی بیٹھنے پر کبھی کدھوں پر اٹھایا اور اس کے بے دردی سے قتل پر کئی بار اٹھایا بھی ہوئے۔ دنیاداروں کے لئے یہ حکومت وقت کی ایذا دہنہ خبری اور دینداروں پر قیامت گزرنی۔ اور ملت اسلامیہ کی اکثریت غم غمین میں آج تک کہہ سکتے کے عالم میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو ”ترجمان القرآن“ اور ”حصر اللہ“ تھے۔ انہوں نے صاحب شریعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار راست سنا اور فرمان چلے کیا جب ایک آدمی نے آ کر پوچھا جو آدمی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے، پھر تو یہ کرے ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے، امید ہے راستہ پر آ جائے، کیا اس کی توبہ قبول ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اس کے لئے کہاں سے توبہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حدیث نمبر 104

إِنَّ الْقُرْبَ الْخَلَاقِ مِنْ عَرْشِ الرَّحْمَنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُؤْمِنُ
الَّذِي قِيلَ مَطْلُوعًا زَائِدًا عَنْ نَيْبِهِ وَ قَبِيلَةً عَنْ سِبَالِهِ وَ
أَوْ قَدَاجَةً يَنْشَعِبُ يَقُولُ رَبِّ اسْأَلْ هَذَا فِيمَ قَتَلْتَنِي؟
”بے شک روزِ قیامت، ساری مخلوق میں سے عرشِ رحمن کے قریب
قرین وہ مومن ہوگا“

جو دنیا میں مظلومانہ قتل کیا گیا۔

اس کا سراپا کی دائیں جانب، اور اس کا قاتل بائیں جانب ہوگا۔

اس کی گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اور پکارے گا،

اے میرے رب!

”اس سے پوچھ کہس جرم میں، مجھے قتل کیا تھا؟“

(رواہ احمد، اسناد صحیح جلد دوم ص 458)

□ عید الفتنہ میں عباس علیہ السلام حسن و حسین علیہ السلام کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے کسی
نے کہا حضرت! آپ ان کی سواری کی لگام کھڑے ہوئے ہیں، جبکہ آپ عمر میں ان سے
بڑے ہیں۔ فرمایا!

یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں۔

أَوَلَيْسَ مِنْ مَنَاقِبِي أَنْ أَخَذَ بِرُكْبَتَيْهِمَا؟

”ان دونوں کی سواری کی زمام تھامنا، کیا میری خوش نصیبی نہیں ہے؟“

(ابن عساکر 7 ص 181)

لعت کے مستحق لوگ

حدیث نمبر 105

عن عائشہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَبْعَةٌ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ مُخَابِتٌ، أَلْزَأَيْدَ فِي كِتَابِ اللَّهِ
وَالْمُكْذِبُ بِقَدْرِ اللَّهِ، وَالْمُنْتَسِيطُ بِالْخَبَرِ وَبِالْعِزِّ مَنْ أَذَلَّهُ
اللَّهُ وَبُذِّلَ عَنْ أَعْزَاهُ اللَّهُ وَالْمُسْتَجِلُّ لِحَرَمِ اللَّهِ،
وَالْمُسْتَجِلُّ مِنْ غَيْرِ نَبِيٍّ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَالنَّارُكَ لِسُنِّيِّ
(قول الباقی، حدیث صحیح مشکوٰۃ اول حدیث 109، ترمذی، مشکوٰۃ

قادر جلد حدیث 2154، جلد چہارم ص 207)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

چھ (6) قسم کے انسان ایسے ہیں، جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں،

اور ان پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے۔

”جبکہ ہر منکر مرتد و مشرک و کافر و کاذب و کذاب و کذاب و کذاب۔“

اللہ کی کتاب میں مذکور کرنے والا۔

اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔

پانچ مسئلہ ہو جانے والا تاکہ جس شخص کو اللہ نے ذلیل کیا ہے، اس کو

عزت دے۔ اور جس کو اللہ نے عزت بخشی ہے اس کو ذلیل و خوار کرے۔

اللہ کے حرم پاک کو حلال جاننے والا۔

میرے قرابت داروں سے ان چیزوں کو حلال سمجھے جن کو اللہ نے حرام

قرار دیا ہے۔

اور میری سنت سے منہ پھرنے والا۔

ذکر چھ (6) قسم کے لوگ خدا اور رسول ﷺ کی ناک میں لعنتی ہیں۔ ان پر اللہ کی بارگاہ پر ننگار ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلق پانچ نمبر کے لعنتی کے بارے میں ہے۔
عاطل القاریؒ کہتے ہیں۔

وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى مَنْ بَعَثَ عَاثِمَ اللَّهِ مِنْ بَنِيهِمْ وَتَرَكَ تَطْيِيبَهُمْ
یعنی میری اولاد کو تکلیف پہنچانا اور ان کا احترام نہ کرنا مراد ہے۔
وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى مَنْ بَعَثَ عَاثِمَ اللَّهِ مِنْ بَنِيهِمْ وَتَرَكَ تَطْيِيبَهُمْ

”حضور ﷺ نے جو لفظ لعنت بولا ہے، اس سے مراد کھاتے قرچی رشتے دار ہیں اور وہ خصوصاً اولاد فاطمہؑ پر اور آگے ان کی نسل پاک ہے۔“

اس صحیح حدیث کی روشنی میں

ذکر چھ (6) جرائم میں سے ایک بھی جرم جس میں پایا جائے۔ اس کے حق میں ہے لعنہ ﷺ کی بددعا اور لعنت کی اور مقبول ہے مگر جس غیبت و فاسق میں ایک کے بجائے تین چار کی گواہی ہو تو حکم پاکسے جائیں۔ وہ شخص تین کن زیادہ لعنتی ہے حضور ﷺ کی زبانی اور اللہ کی زبانی۔ مثلاً اس قاعدہ ملعون کا سہ سالہ اعظم بیٹا ہے۔ جس نے تین (3) جرم کئے۔

(1) جبر و ظلم سے حکومت پر قابض ہو کر کاردار متقی صحابہ کو ہر طرف کر کے،

اپنے خاندان کے سوا (عائشہؓ) کو مقرر کیا۔ (فتح الباری)

(2) حرم نبوی ﷺ پر مال کر دیا کے منکر جرم مکہ کی پامانی کیلئے روانہ کیا۔

(قادیانی جیسے سب)

عزت رسول ﷺ کے پرچے اڑا دیے۔
حضور ﷺ ان تینوں برائیوں کے مرکب کو حکم کھانا لعنتی فرما رہے ہیں۔
اور ہر مسکت کو شہ بن چیتے،

بلکہ بعض حکام اس غیبت روح کا واقع کر کے فرمان تقبیر ﷺ کا مستحواڑا رہے ہیں۔



اک فقر سے قوموں میں مسکینی و فقیری
اک فقر سے مٹی میں خستہ آسیری
اک فقر ہے شعی، اس فقر میں ہے بری
برائے مسلمان، سرمایہ فقیری

(حکایت: ابن جریر، 490)



حسینؑ کی شیطان سے حفاظت الہی

حدیث نمبر ۱۸۴

صحیح بخاری کی روایت ہے۔

قال ابن عباسؓ عن النبي ﷺ مَعْرُوفٌ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَيَقُولُونَ إِنَّ أَبَا كَسْبًا كَانَ يَعُوذُ بِهَا بِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ أَخُوذَ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الْفَاتِحَةِ وَمِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غِيٍّ لَا يُقْذِفُ الْبَارِي كِتَابَ أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ حَدِيثُ (3371) "نبي اکرم ﷺ حسن و حسین کو دم کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے تمہارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ (اپنے دونوں بیٹوں) کا اسم لے کر اور اسحاق علیہ السلام کو دم فرمایا کرتے تھے۔"

"میں تم دونوں کو اللہ کے پاک کلمات کے ساتھ ہر شیطان، زہریلے کیڑوں کوڑھوں، اور ہر نظر بد والی آنکھ سے اس کی پناہ میں دیتا ہوں۔"

تشریح

حاجہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

إِنَّ أَبَا كَسْبًا يَوْمَ بَدَأَ إِبْرَاهِيمُ وَ سَمَّاهُ أَبَا يَحْيَىٰ خَدًّا أَعْلَى "تم دونوں کے باپ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔"

انہیں باپ اس لئے کہا کہ وہ آپ کے بعد اٹلی ہیں۔

بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الْفَاتِحَةِ
قائمه سے مراد مکمل کلمات، نفع بخش کلمات، شفاء بخش کلمات، مبارک کلمات، ایسے کلمات جو ہر نقص اور مصیبت سے پاک ہوں۔

مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ يَدْخُلُ تَحْتَهُ شَيْطَانُ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ
ہر شیطان کے تحت، انسانی شیطان اور جنتی جنوں کے شیطان آجاتے ہیں۔
(فتح الباری جلد 6، ص 494)

انہی کے بعد ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری ہے۔
وَرَبِّكَ يَتْلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَيُنَادِي بِحَمْدِهِ وَلَهُ عِلْمُ الْغُيُوبِ فَاتَّقُوا اللَّهَ
"یاد کرو کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا۔"

قَالَ لَيْسَ خَافَتُكَ لِلنَّاسِ إِنَّمَا
"تو اس نے کہا۔ میں تجھے سب لوگوں کا ڈیٹھانا نے والا ہوں۔"

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي
ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا، اور کیا میری اولاد سے بھی سبک دے دے؟

قَالَ لَا يَنْفَكُ عَنْكَ عَهْدِي الْكَافِرِينَ
اللہ نے جواب دیا میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے۔

(سورۃ البقرہ، 124)

تشریح

ابراہیم علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوئے تو توحیدِ امامت سے سرفراز ہوئے۔

امام حسینؑ نے انہی کی حقیقی دروغی اولاد ہیں، آپ ﷺ کا بھی زبردست امتحان "میدان کر بلا" ہوا۔ اس میں آپ سرفراز ہو کر نکلے۔ ذریتِ ابراہیمی کا یہ گل سرسید اپنے جدا کھد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرہ قیام کلمات، ابتلا میں پورا اترنا تو اللہ نے حسب وعدہ حسینؑ کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا اور ہدایت و استقامت میں آپ کو امام امت مسلمہ بنادیا اور اللہ نے جن لوگوں کو دائرہ امامت سے باہر رکھنا چاہا، اپنے اعمال

ہے، یہ اس کا بڑا مصداق ہے۔ اس لئے قرآن کی رو سے ظالموں کو امیر، خلیفہ، امام کہنا بھی کتاب الہی کی خلاف ورزی ہے۔ یہی توجہ تھی جب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے یہ کہہ کر امیر المومنین کہا تو آپ نے اسے (20) کوڑے لگوائے۔

□ کہاں حضور ﷺ کا نواسہ، حدود اللہ کے قیام کا طہیر دار اور امت کا نمکسار کہاں حدود اللہ کو رد کرنے والا ظالم و جاہل بن گیا؟

چند نسبت خاک را با عالم پاک؟

افسوس کہ دنیا داروں نے ہمیشہ ایسے ظالموں کو اپنا پیرو بنالیا۔

قیم صدیقی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا۔

انصاف کی کرسی پر مجرم، پہلے بھی قابض پائے گئے

نہتی میں ان کی اہل حق الزام کج کر لائے گئے۔

کچھ ہم پر نرالا ظلم نہیں، پہلے بھی کرم فرمائے گئے

حسین رضی اللہ عنہ اولادِ پیغمبر ہیں

حدیث نمبر ۱۴۴

”عاصم بن بہدل کہتے ہیں۔ کچھ لوگ حجاج کے پاس جمع ہوئے۔ اس کے سامنے امام حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو حجاج نے کہا۔ لَمْ يَكُنْ مِنْ ذُرِّيَةِ النَّبِيِّ ﷺ کہ حسین رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اولاد سے نہیں ہے۔ اسی مجلس میں یحییٰ بن عمر نے دو پکارا اٹھے۔ تَحَدَّثْتَ أَيُّهَا الْأَمِيرُ! اسے امیر! آپ نے جھوٹ کہا ہے۔

فَقَالَ لِقُتَيْبَةَ عَلَى مَا قُلْتَ بَيِّنَةٌ وَمِصْداقٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ أَوْ لَا تَقُولُكَ قَوْلًا

”اے یحییٰ! تجھے اس بات کی دلیل قرآن کریم سے پیش کر، ورنہ تجھے قتل کروں گا۔“

فَقَالَ (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدُ وَ سُلَيْمَانُ وَ يُوسُفُ وَ مُوسَى إِلَى قَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ وَ ذِكْرُهُ) وَ يُحْيَى وَ يُعِيسَى وَ الْيَاسَنُ (انعام: 84-85)

اور اسی کی نسل سے ہم نے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ رضی اللہ عنہم کو (قرآن کے اس قول تک) اور ذکرِ پیغمبر ﷺ اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس رضی اللہ عنہم کو (راویاب کیا)

ابن عمر نے اس آیت کی روشنی میں بتایا کہ قُلُوبُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَحْيَى مِنْ ذُرِّيَّتِهِ اَدَمُ مِنْ اَدَمَ عَنِ اللَّهِ نے خیر دینی سے کبھی ماس کے حوالے سے آدم کی اولاد نہیں۔ جبکہ وہ بنِ باپ پیدا کئے گئے۔

وَالْحُسَيْنَ ابْنِ عَلِيٍّ مِنْ ذُرِّيَةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اور حسین بن علی علیہ السلام کی اولاد ہیں۔
قَالَ صَدَقَ لَمَّا عَمَلْتَ عَلَى تَكْلِيفِي فِي مَجْلِسٍ؟
"تاج نے کہا تو چاہے لیکن یہ تاکہ بھری بزم میں مجھے جھکا نے کی
جرات کیسے ہوئی؟"

قَالَ مَا أَخَذَ اللَّهُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ لِيُسَيِّئَ لِلنَّاسِ وَلَا يَخْشَوْهُ
ابن حجر نے کہا۔ مجھے کوئی پرہیز نہ مجبور کیا ہے جو اللہ نے انبیاء کرام
سے عہد لیا تھا کہ حق کو کون کو کھول کے بتانا۔ اسے چھپانا نہیں ہے۔ فرمان الہی ہے۔
فَسُوءُ وِرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْهُ بِثَمَنٍ لَبِيلًا (الحجرات، 187)
مکرم نہیں نے کتاب الہی کو پس پشت ڈال دیا اور قصویٰ قیمت پر اسے بیچ ڈالا۔
قَالَ فَلَقَدْ أَلَى خُرَاسَانَ

راوی کہتا ہے۔ تاج نے سزا کے طور پر اتانے بھر کو خراسان کی طرف جلا وطن کر دیا۔
سَمِعْتُ عَمَّهَ الْأَشْجَمَ إِمَامَ دَهْلِيٍّ سَمِعَ مِنْهُ كَوْنِي أَهْرَاضَ نَيْسَابُورِ كَمَا خَا مَشَى اِقتياري۔
(المسند للحاکم جلد چہم ص 1791، روایت 4772)

اس روایت کی بنیاد پر اولاد قائمہ اثر ہر امیر کو قراآن کریم کے ثبوت سے
اولاد وغیرہ واضح کر دیا گیا۔ مگر تاج جیسے ظالم قراآن کی دلیل سے اسے جواب نہ دیا۔ لیکن اس
کا ثبوت باطن ظاہر ہو گیا کہ اولاد دینی ہے۔ اس سے کس قدر نفرت ہے۔ چاہئے تھا کہ حق کو پس
کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرنا اٹالا سے وطن سے نکال دیا۔

ایسے واقعات پر مذکور بہت دلی صدمہ ہوتا ہے کہ کر بلا سے لے کر آج تک اولاد
تو غیر موجود ہے تا صبیحوں کے علم سہ رسی ہے۔ کہ بلا کی شہادت کے بعد بھی ان غالموں اور بے
رحم شقی القلوب لوگوں کے سینے ٹھنڈے نہ ہوئے۔ چلو تم نے اپنے تئیں خاندان نبوت کا

خاتمہ کر دیا۔ اور دنیاوی طور پر قاتل ہو گئے۔ اب تو بس کر جائیں۔ ابھی تک ہوا ہے کے
میراثی ان کے عقیدے سے گاتے پھرتے ہیں۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو دردی چوٹ جس کے جگر پر
(مولانا حالی رحمہ اللہ)

□ شہدائے اہل بیت کے بارے میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کو خبر پہنچی کہ کچھ لوگ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتے ہیں۔

فَقَالَتْ إِنَّ اللَّهَ فَطَعَ عَنْهُمَا الْعَمَلُ فَقَابَتْ أَنْ لَا يَفْطَعُ
عَنْهُمَا الْآخِرُ

"فرمائیے، بے شک اللہ نے ان دونوں کے عمل کی مہلت ختم کر کے انہیں
دار البقاء میں پہنچا دیا ہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اجر کا سلسلہ ختم کر دے پسند نہیں
ہے، یہی اس طرح جاری ہے۔"

بعد شہدائے "کر بلا" بھی دار البقاء سے رخصت ہو گئے مگر ان کے اجر کا تسلسل
نا صبیحوں کے اظہارِ انقیاد و عداوت سے برابر جاری ہے۔ قیامت تک اہل بیت کو برا بھلا کہنے والے
اپنے گناہوں کا پورا پورا حساب دے رہے ہیں۔ اور ان شہداء کے اجر و ثواب میں اضافہ کرتے
جائے رہے ہیں۔

رفعت حسین رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱۱۴

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اچانک حسن و حسین رضی اللہ عنہ آئے دونوں نے سرخ (صہاری دار) قمیص پہن رکھے تھے۔ چلتے تھے اور کھڑا کر گر پڑتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے اتر آئے۔ دونوں کو اٹھایا۔ اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ نے تجھے فرمایا ہے ”تمہارے اسوالم اور تمہاری اولاد بس آزمائش میں۔“ میں نے ان بچوں کو دیکھا کہ چلتے ہیں اور کھڑا کر گر جاتے ہیں۔

فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى لَقَعْتُ خَدَيْهِمَا وَزَفَعْتُهُمَا

میں برداشت نہ کر سکا حتیٰ کہ مجھے اپنا خطبہ دونا پڑا اور خود ان دونوں کو (اپنے پاس) لا کر بٹھالیا۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، قال اللہ ابی نعیم، مسند احمد، ابی حنیفہ)

تشریح

عاطلی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فَلَمْ أَصْبِرْ لِتَأْيِيزِ الرَّحْمَةِ وَالْإِقْدَافِ فِي قَلْبِي۔ وَزَفَعْتُهُمَا إِلَى عَيْنِي يَحْصُلُ لَهُمَا كَرَامَةٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ خَلْقِهِ۔

”بچوں کو گرتے دیکھ کر دلی رقت اور نرمی کی بنیاد پر برداشت نہ کر سکا۔ میں نے انہیں اوپر اٹھایا تاکہ ان کو اللہ کے پاس اور اللہ کے بندوں کے پاس بلندی اور رفعت نصیب ہو۔“ (امروۃ 10: 7 ص 54)

اس حدیث میں دو (2) اہم چیزیں

(۱) بچوں کا کھڑا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برداشت نہ ہونا۔ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ سرعام دورانِ خطبہ اپنا کام روک کر خود بچے اترے اور دونوں بیٹوں کو کندھوں پر اٹھا کے امت کو بتا دیا کہ یہ بچے بڑے بننے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ کندھوں پر بٹھانے کے لائق ہیں۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرد و عورت کی نماز جنازہ پڑھا کے واپس آ رہے تھے۔ حسین رضی اللہ عنہ کم عمری کی وجہ سے چلتے چلتے تھک کر راستے میں بیٹھ گئے۔

فَجَعَلَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْ قَدَمَيْهِ بِكَوْثَرٍ ثَوْبِهِ

ابو ہریرہ حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی مٹی اپنے کپڑے سے جھارتے گئے،

صاف کرنے لگے۔ (سیر اعلام، ذہبی جلد سوم ص 287)

فَقَالَ الْخُصَيْفِيُّ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْ إِنَّكَ لَتَفْعَلُ هَذَا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ابو ہریرہ آپ یہ کر رہے ہیں؟

فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ذُنُوبِي قُلْ اللَّهُ لَا يُعْلِمُ النَّاسَ مِنْكَ مَا أَغْلَمُ

لِحَسَنَتِكَ عَلَيَّ وَفَإِيهِمْ

حسین! مجھے پاؤں صاف کرنے دیں۔ اللہ کی قسم! جو میں آپ کا

مقام جانتا ہوں اگر ان لوگوں کو بت چل جائے تو یہ آپ کو اپنی

گردلوں پر سوار کئے پھریں۔ کبھی آپ کا پاؤں زمین پر نہ لگے

دیں۔ (ابن مساکین ص 7/14 ص 182)

(۲) دوسری اہم بات؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتر کر انہیں اٹھاتے ہیں کسی مرید سے نہیں فرمایا کہ انہیں اٹھاؤ۔ یعنی جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خواہاں تھے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ لگا لیں۔ انہیں اٹھا کے بچے منبر کے پاس صف میں نہیں بٹھایا بلکہ اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا

تاکہ سارے لوگ دیکھ لیں کہ یہ چھٹھانے کے لائق نہیں ہیں، بلکہ سب سے بلند مقام پر ٹھانے کے مستحق ہیں۔

حضور ﷺ نے یہ عمل کر کے دکھا دیا کہ میرے خیر کے سبب وراثت ہیں۔ غرضی رشتے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے سہمنوں پر جو امت کی بھاری ذمہ داری آئے والی ہے۔ اس میں سرخرو ہو کر ایسے فطیس کے کوٹیا والے حیرت میں ڈوب جائیں گے۔

ان کے عدم الشائبہ کارناموں کی بنیاد پر انہیں بچپن ہی میں پیشگی ندادی اعزاز "سید اشباب اہل البیت" کا خطاب دے دیا گیا۔

اور جو ان ہو کر انہوں نے عمل سے ثابت کر دیا کہ واقعی وہ اسی خطاب (Title) کے حقدار تھے۔

دنیا والے ان سے نکراتے رہے اور یہ دین کے سچے محافظ بن کر کھڑے ہو گئے۔ دنیا والے دنیا لے گئے یہ جنت والے جنت لے گئے۔ اور قیامت تک امت پر واضح کر دیا کہ بچتا ہو تو اسلام کی بلندی کے لئے ہو، مرنا ہو تو اسلام کی سر بلندی کے لئے ہو۔ دنیا لے فانی کے گرد وہ نہ ہو جاتا۔

لوگ انگریزوں سے سر کا خطاب پا کر پھولے نہیں ساتے۔ حسین رضی اللہ عنہ زبان رسالت مآب ﷺ سے جو انان جنت کے سردار کا خطاب پا کر اٹھار بھی نہیں کرتے۔

عالم خواب میں

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا منظر دیکھا

حدیث نمبر ۱۱۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ لَيْسًا يَزِي النَّبِيَّ ذَاتَ يَوْمٍ يَصُفُّ النَّهَارَ أَشْعَثَ أَشْعَثَ يَبْدِهِ قَارُورَةً فِيهَا دَمٌ قُلْتُ: يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَ أُمِّئِ مَعْلُومٌ؟ قَالَ ﷺ: هَذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ وَقَدْ أَزَالُ الْقِطْعَةَ مِنْهُ الْيَوْمَ فَأُحْصِي ذَلِكَ الْوَقْتَ فَاجِدُ فِي ذَلِكَ الْوَقْتُ

(قال البابائي نسخة: اسناد صحيح مملوكة المصاحف، ۱۱۱، ص ۷۱ و ۷۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک روز دو پہر کے وقت میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ کے بال بکھرے ہوئے اور جسم فبار آلود تھا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک شیشی (بوتل) تھی، جس میں خون تھا۔ میں نے حیرت سے پوچھا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ایسے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: یہ حسین اور ان کے رفقاء کا خون ہے۔ اور میں آج صبح سے اس کو اٹھا رہا ہوں۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) میں نے اس تاریخ کو محفوظ کر لیا، تو بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کئے گئے۔ جس وقت یہ خواب دیکھی تھی۔

یہ واقعہ اگرچہ خواب کا ہے مگر اسلام میں خواب بھی ایک حقیقت رکھتا ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

أَكْرَبُ مَا لِلنَّبِيِّ مِنَ الْخَبَرِ

سچا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث 6984)

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ قَسْرَ بَرٍّ أَوْ فِي الْهَقْلَةِ

"میں نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ مجھے عزیز پر بدداری میں

دیکھے گا"

(بخاری، حدیث 6995)

علامہ ابن جریر نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب

میں دیکھا تو ابن جریر کہتے: صِفْ لِي الْوَدَى وَابْنَةُ وَدَى دیکھا تو وہ رابیان کر کے بتا۔

فَإِنْ وَصَفَ لَهُ صِفَةً لَا يَخْفَى عَلَيْهَا قَالَ لَمْ تَرَهُ

"اگر وہ غیر معروف بتاتا تو ابن جریر نے بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ

کو نہیں دیکھا۔" (مسند صحیح، فتح الباری، ج 12، ص 479)

تو اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی نے کہا میں نے نبی

اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے: ان کی صفات بتا۔ اس نے کہا کہ آپ ﷺ

حسن ﷺ بن علی رضی اللہ عنہما کے مشابہ تھے تو کہتے توئے واقعی آپ ﷺ کو دیکھا ہے۔

(حوالہ مذکور، مسند، جدید)

حضور نے یہ بھی فرمایا مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ قَسْرَ بَرٍّ أَوْ فِي الْهَقْلَةِ جس نے مجھے خواب میں

دیکھا، اس نے حق ہی دیکھا ہے۔ (بخاری، 6997)

ان صحیح احادیث کی روشنی میں کوئی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خواب

جہوں تھا۔ بلکہ انہوں نے جو وقت اور دن نوٹ کر لیا تھا بعد میں خبر شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر اسی

وقت اور اسی دن کی تصدیق ہو گئی۔

دوسری خصوص دلیل یہ ہے

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واقعی رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ

زندگی میں بارہا حضور ﷺ کو بیداری کی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔

اس لئے انہیں دیا کہ نبی ﷺ میں ذرا بھی شبہ نہ تھا۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہما پر حضور ﷺ کی سخت پریشانی حقیقی تھی۔ کیونکہ آپ دنیا سے

رخصت ہونے سے پہلے بھی بار بار آسمانی خبر شہادت پاکر مغموم (غمزدہ) ہوتے رہے اور

اس پریشانی کا اظہار کرتے رہے تھے۔

جس کی گواہی کئی صحیح روایات میں بیان ہو چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما طرفدارِ یزید بن کر، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فروج سے منع نہ

کرتے تھے، بلکہ یہ تمکداری بن کر روک رہے تھے مگر نہ کئے والا وہ تھا، جسے شہادت کی

خبریں آسمانوں سے آشوب ہوئی ﷺ میں مل چکی تھیں۔

خدا کی رضائے بات میں تھی کہ میرے محبوب پیغمبر ﷺ کا لانا لاؤ اسے دنیا کے

جابرانہ نظام کے سامنے لائے شہادت حق پیش کرے،

جس کی تعمیر تاریخ آسمانی پیش کرنے سے ہی قاصر و زمامدہ اور عاجز ہو۔

خلافت راشدہ کے مخالف بدترین بدعتی ہیں

حدیث نمبر 127

علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں۔

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا بلفظ سَمِعْتُ أَمْرًا مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ عَمِلَ بِالدُّعَاءِ وَبُيُوتِ الدُّعَاءِ وَالصَّلَاةِ عَنْ مَوَاقِعِهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَقْوَمَ كُنْهَمُ كُنْهَاتِ الْفَعْلِ؟ قَالَ تَسْلِيِي يَا أَبَا أُمٍّ عَبْدُ اللَّهِ كُنْهَاتِ الْفَعْلِ؟ لَا حَافَةَ لِمَنْ عَصَى اللَّهَ

”حضور ﷺ نے فرمایا میرے بعد تمہارے سکران ایسے بن نہیں گے۔ جو سنت (نبوی) کا چرائے مجاہدیں گے اور بدعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ نماز بے وقت ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا حضور ﷺ! اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اسے ام عبد کے بیٹے اتر مجھ سے پوچھتا ہے کہ تو کیسے کرے؟ یاد رکھ، جو اللہ کا نافرمان ہو، تو اس کی اطاعت فتم ہو جاتی ہے۔“ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ دوم حدیث 590 کا زیل)

تشریح

یہ حدیث دراصل شام کے طور پر لائی گئی ہے۔ اصل حدیث یہ ہے کہ میرے بعد سکران وہ ہوں گے جو مکر کو معروف اور معروف کو مکر بنا دیں گے، تم میں سے جو انہیں پا لے تو جان لے کہ اللہ کے نافرمان کی اطاعت نہ کرنا۔

تشریح مزید کے لئے علامہ البانی رحمہ اللہ یہ حدیث بھی لائے ہیں:

حدیث نمبر 128

يَكُونُ خَلْفَ مِنْ بَعْدِ بَيْنَيْنِ سَنَةً (أَصَاغُوا الصَّلَاةَ وَالْبُغَاةُ الشُّجَرَاتِ فَسَوَتْ يَنْقُوتُونَ غَيًّا) (سلسلہ صحیحہ 7 حدیث 3034)
”سن ساٹھ کے بعد، بالآخر سکران آئیں گے، جو قبول قرآن کریم (نماز شائع کریں گے، اپنی انسانی خواہشات کی پیروی کریں گے، مقرب وہ مگر ان کے انجام سے دوچار ہو گئے) (سورہ مریم، 59)

ان صحیح احادیث کی روشنی میں

کیا مذکورہ حالات میں جو ان صحیح احادیث سے واضح ہوئے، امام حسین رضی اللہ عنہ کی جانشین کا حق ادا کرتے یا سارے پرکڑے ہو کر ان سے رادور و سکرانوں کا قاتل دیکھتے رہتے؟ حضور کی زبان مبارک سے جو پیش کوئی صادر ہوئی وہ پوری ہو کے رہی۔ اس سے زیادہ کھٹا الفاظ اور کیا ہو سکتے تھے جس کے ساتھ کہ بعد ازاں حضرت خلیفہ تھے، یا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے؟ یا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے؟ چنانچہ کا دامن قدام لیتا چاہئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے ”مذہب خلافت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا گزر چکی ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَدْرُكُنِيْ سَنَةٌ بَيْنَيْنِ وَلَا حَافَةَ صَبِيْنِ
”يَا اَللّٰهُ! اس ساتھ نہ کھانا نہ لوگوں کی حکومت نہ کھانا۔“

ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھ رہے ہیں۔
وَ اِنَّ اَوَّلَهُمْ يَجْرِيْدُ حَمًا ذَلَّ عَلَيْهِ لَوْلَا اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ اَمْسُ
البشیرین
”ان مجڑے سکرانوں کا پہلا غنیمت یہ ہے جس پر قول

ابن ہریرہ روایت کرتا ہے۔

جب خلافت راشدہ کا خاتمہ ہوا تو بعد والوں نے اقتدار ہی بدل ڈالیں، نئی اصطلاحات ایجاد کر لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ سکران چراغ سنت بتغیر ﷺ بچھائیں گے اور بدعات پر چل کھڑے ہوں گے۔

بڑا اور اس کے نوے لے کون سی سنت تھی جسے مٹایا تھا؟ بڑا اور اس کے حواریوں نے وہ کوئی سنت تھی جسے بڑا کر کے حضور ﷺ کی پیش گوئی کو پورا کر دکھایا اس سے مراد یقیناً وہ پورا نظام زندگی ہے جو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے چان ٹاروں نے مسلسل (23) تحسین برس میں قائم کیا تھا۔

جس کا نقطہ عروج مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست تھی اور اس نظام کے تحت بڑے چھوٹے ہو گئے۔ اور چھوٹے بڑے ہو گئے۔ عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا انسانیت سکھ کی نیند سوئے گی۔ نیکیاں پروان چڑھیں اور برائیاں دب کر رہ گئیں۔

جب اس سنت عظمیٰ کا بیڑہ فرق ہوا تب نواسے رسول ﷺ اسے بحال کرتے کرتے خوشامید ہو گئے۔ یہ تھی وہ دعوت کبریٰ جسے امام حسین علیہ السلام نے میدان میں اترائے، بعد والے جب مصلحتیں سنے عاری ہوئے تو چھوٹی چھوٹی فروغی چیزوں میں الجھ کر رہ گئے۔ اسلام کی اصل بنیاد اور اصول شریعت ترک کر دیئے۔ فروغ میں بخش کر لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

سچا دین اسلام ان کی حرکات مذمومہ سے دنیا بھر میں دھتکرو دین کے رو گیا۔ حالانکہ یہ دین سارے عالم کیلئے سراسر رحمت ہے۔

نگاہ ابو ہریرہ علیہ السلام میں احترام حسین علیہ السلام

حدیث نمبر ۱۲۴

حضرت ابو ہریرہ علیہ السلام کی آخری بیماری میں مروان بن الحکم کی عیادت کو آیا۔ ہاتھ پاؤں میں کتبے لگا جتن عرصہ دو دنوں میں رفاقت رہی تھے آپ کی بات پر فہم نہیں آیا۔ صرف ایک بات تھے ہمیشہ بری لگی اور وہ ہے حسن و حسین علیہ السلام سے آپ کی محبت یہ کہ ابو ہریرہ علیہ السلام سید سے ہو بیٹھے اور فرمایا۔ میں کوئی دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ ہم رسول ﷺ کے ساتھ مسطر تھے۔ راستہ میں کسی جگہ رسول ﷺ نے حسن اور حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی۔ یہ دونوں اپنی والدہ کے پاس تھے۔ آپ ﷺ سواری تیز کر کے ان کے قریب پہنچے پھر میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ "فانصافی اہنی؟" میں نے کہا؟ حضرت فاطمہ علیہ السلام نے عرض کیا اللعظمتی۔ جیسا، رسول ﷺ خود پانی لینے کے لئے عقیقہ کی طرف بڑھے۔ لوگ زیادہ تھے۔ ان دونوں پانی نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے بلند آواز سے پکارا ہانی ائخذہ وینحکم عقیقہ عاقہ کیا کسی کے پاس پانی ہے؟ ہر شخص نے اپنے اپنے عقیقے سے میں ہاتھ ڈالا لیکن کسی کو بھی ایک قطرہ پانی نہ ملا۔ اس پر رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ علیہ السلام سے فرمایا۔

تأویلیونی ائخذہ عقیقہ ان بھوں میں سے ایک مجھے بکراؤ۔ انہوں نے پروے کے بچے سے ایک آپ ﷺ کو کھڑا دیا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے سینے سے چٹالیا۔ وہ آپ ﷺ کی گود میں چپ رہا۔ چپ نہیں ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے زبان مبارک نکالی اور اسے چمانے لگے۔ وقت رفتہ اس کا رونا ختم کیا اور اسے سکون ہو گیا۔ جبکہ دوسرا مسلسل رورہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

تأویلیونی الاغوی۔ یہ دوسرا بچہ بھی مجھے دے دو۔ اس کو بھی آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک چٹائی۔ اور وہ بھی چپ ہو گیا۔

اسے مروان اچھے تھا حسن اور حسین علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کی اتنی محبت دیکھنے کے بعد بھی میں ان سے محبت نہ کروں؟ (رداء الطبرانی فی الکبیر و رجالہ ص 50)
اس حدیث پر نو کر کہ مروان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیسے بغض اہل بیت کا ذکر کرتا ہے؟ یعنی اسے ابو ہریرہؓ دھتے سے کوئی گدھیں سوائے حب اہل بیت کے۔ یہ وہی مروان ہے جس کے بارے میں علامہ البانی رحمہ اللہ یہ روایت لائے ہیں۔

قَالَ الشَّعْبِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زُهَيْرٍ يَقُولُ وَهُوَ مُسْتَبِدٌّ
إِلَى الْكُفَّةِ وَرَبَّ هَذَا الشَّيْبِ أَلْقَدَ لَعَنَ اللَّهُ الْحَكَمَ وَمَا
وَلَدَ عَلَى لِسَانِ بَيْتِ النَّبِيِّ (قال البانی مستدرک معجم سلسلہ صحیحہ)

7 ص 720 تحت حدیث نمبر (3240)

”شعبی نے کہا میں نے عبداللہ بن زہیر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ وہ کعبہ شریف سے نکلے لگائے بیٹھے تھے۔ رب کعبہ! قسم! اللہ نے زبان رسالت ﷺ حکم اور اس کے بیٹے (مروان) پر لعنت کی ہے۔“

جو شخص راندہ روگرداں خداوندی ہو اس کے دل میں اہل بیت کا بغض اور کینہ نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے؟ جن لوگوں کو مروان کا مشق چڑھا ہوا ہے انہیں تو یہ کہہ لینی چاہیے کہ میں ان کا شر بھی ملعونوں کے ساتھ نہ ہو جائے۔ وہاں سارے غلام مشق اور شے کا نور ہو جائیں گے۔ وہاں تو حب نبی ﷺ اور حب اہل بیت کا کام آئے گی۔

قُلْ هَلْ يَسْتَكْبِرُ بِالْأَحْسَنِ مِنْ أَحْسَنَاءِ الْكَافِرِينَ هَلْ يَسْتَكْبِرُ فِي
الْخَيْرِ مِنَ الْإِنْسَانِ وَهُمْ يَخْسَرُونَ أَنَّهُمْ يَخْسِرُونَ ضَلَاةً

اسے نبی ﷺ ان سے کہو کیا تمہیں تا کہیں کہ اپنے افعال میں سب سے زیادہ کام و نامزدار لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری دوزخ و دھوپ راہ راست سے ہٹ کر رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ (الکبف، 103-104)

ہم سواران شہسوار

حدیث نمبر 34

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ ایسا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ۔
لَقَدْ قُدْتُ بِسَيِّئِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ بَعْلَتَهُ الشَّهَاءَ
حَتَّى أَذْخَلْتُهُمْ حُجْرَةَ النَّبِيِّ هَذَا قَدَامُهُ وَهَذَا خَلْفُهُ
میں حضور ﷺ کے فخر شہداء کی کام تمام کر آئے آگے چلا جبکہ آپ ﷺ کے آگے حسین رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ حتیٰ کہ میں نے انہیں حجرہ نبوی ﷺ میں داخل کیا۔

(حدیث نمبر 2423)

تشریح

نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فِي الْخَبَرِ قَبِيْلَةُ طَاهِرَةٍ لِّهَمَّا عِثْرٌ وَرَبَّتْ أَعْدَهُمَا
أَمَامَهُ وَالْآخِرُ خَلْفَهُ (السران الہادی جلد نمبر 356)

اس حدیث شریف میں حسن و حسین کی فضیلت واضح ہے۔ اللہ ان دونوں سے راضی ہو، ایک ان میں سے حضور ﷺ کے آگے سوار ہے، اور دوسرا پیچھے سوار ہے۔ جیسے کوئی شوق باپ آگے کے زمانے میں بچوں سے بیٹے کو اپنے آگے موٹر سائیکل پر بٹھالے اور دوسرے بیٹے کو پیچھے بٹھالے۔ اگلے بیٹے کو اپنے دونوں بازوؤں میں سنبھالتا ہے اور پچھلا بیٹا پیچھے سے باپ کی کمرے سے چٹ جاتا ہے۔ اتنا قریبی اعزاز ہر شخص کو نہیں مل سکتا۔ حسین کو یہ اعزاز اللہ نے عطا فرمایا کہ وہ محبوب خدا ﷺ کے ساتھ سوار ہوں، غلام خلیفہ رسول ﷺ کے کام تمام آگے چل رہا ہو۔ نہایت ادب سے بیچوں بستیوں کو کمرہ نبوت میں داخل کر کے

سواری پہنچے لے جاتا ہو۔

اللہ نے حسینؑ کو یہ عزت بخشی کہ اس کے نبی ﷺ کے آگے پیچھے چٹ کر بیٹھیں اور خرقہ کائنات سے سکون و سرور پائیں۔ مگر یہ دردِ ظالم، نبی ﷺ کے عظیم نواسے کے دانتوں پر بعد شہادت، چھری ماریں۔ معلوم نہیں روزِ قیامت یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کیا تدمر دکھائیں گے۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ

”جس روز کچھ لوگ سرخ و سفید ہوں گے۔ قیامت کے روز اور کچھ لوگوں کا چہرہ کالا ہوگا۔“

”اَتَرْجَوُ اُمَّةً قُلْتُ حَسْبُهَا

شَفَاعَةُ حَبِيْبِهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

”جو لوگ حسینؑ کو نقل کریں وہ روزِ قیامت اس کے نام ﷺ کی شفاعت کی کیسے امید کر سکتے ہیں؟

محدثین پر اللہ کی کر دہ رحمتیں ہوں۔ جنہوں نے حسبِ اہل بیت نبی ﷺ کا حق ادا کیا۔

قاتلینِ حسینؑ کی، روایتِ حدیثِ مردود ہے

میں سماءِ ہمال کی کتاب ”میزان الاعتدال“ دیکھ رہا تھا۔ شمر بن ذی الجوشن کے تحت علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

لَيْسَ بِالْإِسْنَادِ الَّذِي أَخَذَ فَلَنِلَةِ الْحُسَيْنِيِّ

یہ روایت حدیث کے اہل نہیں ہے کیونکہ یہ (غیث) قاتلینِ حسینؑ میں سے ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ ابو اسحاق نے کہا۔ شمر ہمارے ساتھ نماز پڑھتا تھا پھر دعا کیا کرتا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اِنِّيْ شَرِيفٌ فَاطْفِرُ

”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں شریف (بے گناہ) ہوں، تہذا مجھے بخش دے۔“

قُلْتُ حَيْثُ يُغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ وَلَقَدْ اَعْتَمْتُ عَلَىٰ قَبْلِ اَنْ يُّسَوَّلَ

لِللّٰهِ

”راوی نے کہا۔ اللہ! تجھے کیسے معاف کرے گا، جبکہ تو نے رسول ﷺ کے بیٹے کو نقل کرنے میں مدد کی تھی؟“

قَالَ وَتَحَلَّتْ فَكَيْفَ تَضَعُ؟ اِنَّ امْرَاةً نَا حُلُوًّا، اَمَرُوْنَا بِاَمْرٍ لَّكُمُ نَحْلُفْهُمْ وَلَوْ خَالَفَهُمْ كُنَّا شُرَا مِنْ هٰذِهِ الْحُمُرِ الشَّافِ

”شمر نے کہا، افسوس تجھ پر! ہم کیا کر سکتے تھے جبکہ ہمارے حکمرانوں نے یہ حکم دیا تھا جس کا ہم انکار نہیں کر سکتے تھے؟ اگر انکار کر دیتے تو ہمارا شرف پانی دھوئے والے لکھنوں سے بدر ہوتا۔“

قُلْتُ اِنَّ هٰذَا لَعَذَابٌ لِّبَشَرٍ فَاِنَّمَا الظَّالِمَةُ بِهِيَ الْمَعْرُوبِ

”امام ذہبیؒ نے فرمایا۔ یہ اس کا بدترین بہانہ ہے۔ حکمرانوں کی اطاعت معروف (نیکی) کاموں میں ہے، نہ کہ خدا کی نافرمانی میں۔“

(میزان الاعتدال دوم ص 280)

□ امام ذہبیؒ نے تو نقلِ حسینؑ میں کسی معاون کی روایت حدیث کو بھی رد کر دیا ہے۔ اب وہ لوگ سوچ لیں جو امام حسینؑ کے خدو خد کو بغاوت کہتے ہیں۔ کیا ان کی نیکیاں مقبول ہوں گی؟ کیا یہ روایات حدیث کے قابل ہیں؟ کیا محدثین کی نگاہ میں یہ لوگ مجرم نہیں ہیں؟ کیا یہ شیوخِ اہلِ حدیث ہو سکتے ہیں؟

مجان حسین علیہ السلام محبوب خدا ہیں

حدیث نمبر ۱۸۴

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک رات میں حضور ﷺ کے ہاں کسی کام کیلئے حاضر ہوا۔ حضور ﷺ پکڑے میں چمک چمپاے ہوئے بیٹھے تھے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ مستور (چھپی) چیز کیا ہے؟ جب میں کام سے فارغ ہوا تو میں نے استفسار کیا۔ حضور ﷺ! آپ کس چیز پر پکڑاؤ لے ہوئے ہیں؟ جب آپ ﷺ نے پکڑا دیا تو آپ ﷺ کے رانوں پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے۔ فرمایا۔

هَذَانِ ابْنَايَ وَأَنَا ابْنُهُنَّ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا

(رواد اللہ تعالیٰ حدیث حسن و حسین فریب)

"یہ دونوں میرے بیٹے، میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو تجھی ان سے محبت کر اور جو ان دونوں سے محبت کرے اے اللہ! تو اس سے بھی محبت کر۔"

معیار روایت

علامہ ابن جریر عسقلانی رحمہ اللہ ترمذی کا مذکورہ حوالہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قُلْتُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ جِبَّانٍ وَالْخَطَّابُ وَذَكَرَهُ ابْنُ جِبَّانٍ فِي الْإِسْقَاتِ

"میں کہتا ہوں۔ اس روایت کو ابن حبان اور سالم نے صحیح کہا ہے۔ اور اسامہ بن زید کے بیٹے حسن کو ابن حبان نے ثقاہت میں ذکر کیا ہے۔ جو اس حدیث کے راوی ہیں۔" (تہذیب المعجم ج ۱ ص ۲۵۴)

تشریح

ہمارے ہاں کسی کے بچے کو کوئی بزرگ ایک بار زندگی میں دعا دے دے تو ہم تاحیات اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں کہ میرے اس بچے کو کھانا بزرگ نے دعا دی تھی۔ اسے آخر برکت کا باعث تصور کرتے رہتے ہیں۔ اب ذرا اس بات پر غور فرمائیں جن معصوم بچوں کو سردارانِ دنیا و مافیہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار نہیں، بار بار دعاؤں سے نوازا ہوا، ان کی قسمت کا ستارا کتنا بلند ہوگا۔ جن کے من میں اپنا صاحبِ مبارک ڈالا ہو، وہ کس قدر قابلِ رشک و قابلِ محبت ظہریں گے۔ جنہیں حضور ﷺ کبھی کندھوں پر، کبھی کمر پر، کبھی جھولی میں اٹھائے پھرتے ہوں، ان کا مقدر کیا اقتدار الہی ہوگا۔

اس حدیث میں پہلے فرمایا! یہ میرے بیٹے ہیں، پھر فرمایا، میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے التجا کی۔ اے اللہ! یہ دونوں مجھے محبوب ہیں یعنی زبانِ نبوت سے جس کے لئے محبت کا اعتبار ہو جائے۔ وہ اس بات کی گارنٹی ہے کہ ساری زندگی ان بچوں سے کبھی نامناسب کام نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ ان سے اعمال ایسے رونما ہوں گے جن سے روحِ طہیر شادان و فرحان رہے گی۔

دوسری گارنٹی دعا نے طہیر رضی اللہ عنہ کے نتیجے میں یہ ہے، فَأَحِبُّهُمَا اے اللہ! تو بھی ان سے محبت کر تاو۔ یعنی ان بچوں سے ایسے اعمال صادر ہوں کہ جو تجھے خوش کرنے والے ہوں۔ جن پر اے اللہ! تجھے پیارا جائے۔ ان کا کوئی عمل ایسا نہ ہو جس سے تو ناراض ہو جائے۔ کیا خیال ہے حضور ﷺ کی یہ دعائیں حسنین رضی اللہ عنہما کے حق میں مقبول نہ ہوئی ہوں گی؟ اس دعا نے طہیر رضی اللہ عنہما میں دو گنا بگاڑ بھی شامل ہو گئے ہیں جن کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے اللہ! جو ان دونوں سے پیار کرے تو بھی اس سے پیار کر۔

مجان اہل بیت بھی خوش نصیب لگے۔ بقول شاعرے

أَجِبْتُ الصَّالِحِينَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ

فَعَلَّ اللَّهُ بِرُؤُوسِي صَلَاحًا

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اگرچہ خود ان جیسا نہیں ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ اسی وجہ سے مجھے خیر اور بھلائی نصیب کر دے۔

امت مسلمہ میں صالحین بہت گزرے ہیں۔ محرمین ہیں جیسے صالح نوجوان کہاں ہوں گے؟ جن کی جوانی اور صالحیت اللہ کو اتنی پسند آئی کہ سید اشباح لعل الجنة، کے عظیم مرتبے پر فائز کر دیئے گئے۔ یہ عظیم مرتبے صرف سب نبوی ﷺ سے نہیں ملے، بلکہ بے مثال کارناموں کی وجہ سے ملے ہیں۔ جن سے غامدان نبوت کا سرخیز سے بلند ترین ہو گیا۔ بلکہ ساری امت اس پر آفرین کہتی ہے اور درودوں کے ذرائع سے شام ان کی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ بے کوئی ایسا خوش نصیب جسے زندگی میں حضور ﷺ نے لاڈ پیار کیا ہو۔ اور قیامت تک ان پر درود و سلام دل کی گہرائیوں سے پڑھا جاتا ہو؟ چاہان سے امریکہ تک، ہر مسلم کی زبان اس ذکر خیر سے تردد کرتی ہو؟

ایذائے فاطمہ الزہراء علیہا السلام، ایذائے قہمبر علیہ السلام ہے

حدیث نمبر ۱۴

مسور بن خرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے حضور ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا تھا کہ بنی ہاشم میں طبع دینے بجوئے اجازت، آگئی کہ ہم اپنی لڑکی، عقی لیلہ کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں۔ میں اجازت نہیں دیتا، میں اجازت نہیں دیتا، میں اجازت نہیں دیتا۔ لیکن اگر علی رضی اللہ عنہ چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے۔ اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ اس لئے کہ میری بیٹی میرا نکلا ہے، مجھے برا لگتا ہے جو اسے برا لگے۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے جس سے میری بیٹی کو تکلیف ہو۔ (رواہ ابو نعیم، حدیث حسن، کتاب المناقب)

تشریح

مادامہ عبد الرحمن مبارک پوری بیحد لکھتے ہیں۔

وَيُؤْذِنُنِي مَا أَذَقَهَا فِيهِ فَخَرُّهُمْ أَذَى مَنْ يَتَأَذَى النَّبِيَّ يَتَأَذِبُهُ
لَأَنِّي أَذَى النَّبِيِّ خَرَامٌ إِيْقَافًا فَلْيَلْذُ وَ خَجِيرُهُ

”جو میری بیٹی کو تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے۔ اس فرمان میں ایسی ہستی کو اذیت پہنچانا حرام بیان ہوا ہے جس کی اذیت سے نبی ﷺ کو تکلیف پہنچے۔ نبی ﷺ کو ایذا پہنچانا حرام ہے۔ چاہے تکلیف خود ہی ہو یا بڑی، اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔“

اور یہ بات آپ ﷺ نے تاکید کی ہے کہ

وَقَدْ حَرَّمَ بَاتِلُهُ يُوْذِيهِ مَا يُوْذِي فَاطِمَةَ

جو فاطمہ کو تکلیف پہنچانے سے منع فرمایا وہ نبی ﷺ کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

فَكُلُّ مَنْ وَقَعَ مِنْهُ فِي حَقِّي فَاطِمَةَ شَيْءٌ فَتَأَذَّتْ بِهِ فَهِيَ

يُؤْذِي النَّاسَ بِشَهَادَةِ هَذَا الصَّخْبِ الصَّخْبِ

”حق قاطع میں کوئی بھی زیادتی ہوئی جس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی، جس چیز سے قاطع تکلیف محسوس کرے، اس سے بھی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے لیے صحیح حدیث شامد ہے۔

مرید علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔“

وَلَا شَيْءَ أَفْطَقَهُ فِي إِذْخَالِ الْأَذَى عَلَيْهِ مِنْ فُلِي وَلَيْدَحَا
”حضرت قاطع رحمہ اللہ کو سب سے بڑی تکلیف جو پہنچائی گئی وہ ان کے بیٹے (حسین رضی اللہ عنہ) کو (میدان کربلا میں) بے دردی سے قتل کیا گیا“
(تحفۃ الاخوان جلد ہفتم ص 251)

طلبگار شفاعت

اسی طرح کا ایک واقعہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی علیہ السلام ایک روز مہربین عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پاس آئے۔ تو خیر جو ان تھے، سر کے بالوں کی دھنسی گردن تک لٹک رہی تھی۔ غلیظ راشدنہ ان کی بھری مجلس میں تقسیم کی، ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کا کام کیا۔ پھر ان کے پیٹ پر ٹھوکر لگائی۔ اور کہا۔ قیامت کے دن میری سفارش کیلئے، اسے یاد رکھنا۔ جب حضرت عبداللہ چلے گئے تو حاضرین مجلس نے طاعت کی (کہ اس آل رسول رحمہ اللہ کے بیٹے کو اتنی عزت کیوں دی؟) حضرت عرب بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا۔

مجھے شہد راولوں سے حدیث پہنچی ہے جیسے کہ میں خود رسول ﷺ سے سن رہا ہوں۔ قاطع میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اسے خوشی ہوتی ہے، مجھے بھی اسی سے خوشی ہوتی ہے۔“ اور میں جانتا ہوں کہ اگر قاطع رنج زدہ نہ ہوتیں۔ تو جو حسن سلوک میں نے ان

کے بیٹے کے ساتھ برتا ہے، وہ ضرور خوش ہوتیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ پھر آپ نے ان کے بیٹے کے پیٹ میں ضرب کیوں لگائی تھی؟ فرمایا! رسول ﷺ کا ہر فرد قیامت کو سفارش کرے گا۔

وَوَبَّيْتُ أَنْ أَتُكُونَ فِي شَفَاعَةِ هَذَا (المواضع لرحمہ اللہ ص 284)

”میں امید کرتا ہوں کہ میری سفارش کریں گے۔“

حافظ علامہ والدین مغلطائی رحمہ اللہ نے اس روایت کا آخری حصہ یوں نقل کیا ہے۔

وَلَمَّا عَمَرَ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَيْهِ سَبِيلُ لَمْ تَقْعَلْتُ هَذَا؟

قَالَ أَرَأَيْتَ بِمَا شَفَاعَةُ بَيْتِهِ؟

”جب عرب بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے انہیں ٹھوکر لگائی تو کسی نے سوال

کیا۔ امیر المومنین ایہ کام آپ نے کیوں کیا؟ فرمایا۔ میں ان کے

ہاتھ بچانے کی شفاعت کی امید کرتا ہوں۔“

(اکمال تہذیب الکمال فی اسماہ الرجال جلد چہارم ص 360)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس سید زاوے عبداللہ رحمہ اللہ پر کمال درجے کے ریمارکس (Remarks) لکھے ہیں۔ پورے صفحے کا فٹ نوٹ (Foot Note) دیدیے۔

معصوم زہری نے کہا۔ ہمارے علماء جتنا احترام دیتے تھے اتنا خاص میں نے کسی اور کیلئے نہیں دیکھا۔ ابن حنین نے کہا یہ ثقہ اور مامون ہیں۔ محمد بن عمر نے کہا۔ وہ عبادت گزاروں میں سے تھے۔ ان کو اللہ نے عزت و شرف و عجب و ہیبت سے نوازا تھا۔ محمد بن سلام اجمعی نے کہا عرب بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ہاں ان کا بہت مقام تھا۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے انہیں طوق کاش کے نکات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب الجہد ص 186)

□ علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نقل حسین رحمہ اللہ کو ایذا سے قاطع رحمہ اللہ بتاتے ہیں۔ عرب بن

عبدالعزیز رحمہ اللہ چوٹی نسل از قاطع رحمہ اللہ سے حسن سلوک کو، وجہ سرور و قاطع رحمہ اللہ بتاتے ہیں اور

اس بنیاد پر وہ قیامت میں شفاعت پیغمبر ﷺ کے امیدوار ہیں۔ لہذا آج بھی اگر کوئی آل رسول ﷺ سے بغض رکھے یا بد تمیزی کرے، وہ حقیقت میں اپنے اے فاطمہؑ و اپنے اے رسول ﷺ کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور روز محشر شفاعت نبی ﷺ سے عمرہ کی کامیابی کرتا ہے۔

اصلی سیدہ

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ایک فکر انگیز واقعہ لکھا ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ایک آدمی حج کرنے کا بہت شوقین تھا۔ اس نے حسب معمول ایک سال حج کا ارادہ کیا۔ بہت سے لوگ حج کے لئے تیار ہو کر بغداد آئے۔ یہ شخص بھی ان کے ہمراہ روانگی کے لئے تیار ہوا۔ کہتا ہے۔ میں بازار گیا کہ حج کا ضروری سامان سفر خریدوں۔ میرے پاس پانچ صد (500) دینار تھے۔ راستے میں ایک خاتون ملی۔ اس نے مجھ سے استدعا کی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے، میں ایک سید زادی ہوں۔ میری بچیاں سب لباس ہیں اور ہم چار روز سے ناکل بھوکے ہیں۔

وہ شخص کہتا ہے کہ اس خاتون کی بات میرے دل میں بوسٹ ہو گئی۔ میں نے پانچ سو (500) دینار اس کے دامن میں ڈال دیئے۔ پھر میں نے کہا۔ اب اپنے گھر جاؤ۔ اور دیناروں سے اپنا وقت گزارو۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور چلی گئی۔

اس سال اللہ نے میرے دل سے حج کی کشش ختم کر دی۔ میرے سب رفقاء حج پر روانہ ہو گئے وہ خبر یہت سے حج کر کے جب واپس آئے تو میں انہیں ملنے کیلئے اور مبارکباد پیش کرنے کیلئے گیا۔ جس حاجی کو مل کر مبارکباد دیا۔ جواب دہ بھی مجھے حج کی مبارکباد دیتا۔ اور دعا میں دیتا۔ اس بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ جب رات چھانکی میں سو گیا۔ خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا۔

يَا قُلُوبُ لَا تَعْبَثْنَ مِنْ تَقْيِيَةِ النَّاسِ لَكَ بِالْحَجِّ غَفْلَةٌ

مَنْهُوَ وَأَغْفَلَتْ صَعِفًا فَسَأَلَ اللَّهُ تَعَالَى فَلَغِقَ فِي صُورِكَ مَلَكًا فَلَهُوَ يَتَحَجَّ عَنْكَ فِي كُلِّ عَامٍ
”اے قلوب! حاجیوں کی مبارکبادی سے تعجب نہ کرو، تو نے ایک پریشان حال (میری نسل کی خاتون) کی مدد کی ہے۔ اور اسے بے نیاز کر دیا ہے۔ میں نے آپ کے لئے اللہ سے دعا کی کہ تو خداوند عالم نے حیرت کی شکل کا ایک فرشتہ پیدا کر دیا۔ جو ہر سال حیرت کی طرف سے حج کیا کرے گا۔“

یہ واقعہ اگرچہ حکایت ہی ہے۔ مگر ایمان والوں کے دل گرم اور نرم کرنے کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ جو حقیقی سید ہیں ان کا احترام قیامت تک امت پر واجب ہے۔

جعلی سیدہ

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ بعض حفاظ حدیث سے نقل کرتے ہیں۔

متوکل عباسی مکران کے دربار میں ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ وہ سیدہ خاندان سے ہے۔ اس نے درباریوں سے پوچھا۔ اس کی تحقیق کیسے کی جائے؟ تو کہا گیا امام علیؑ ارضاء العسکریؑ سے معلوم کریں۔ انہیں بلوایا گیا جب وہ تشریف لائے تو متوکل نے انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا۔ پھر ان سے سوال کیا۔ سید کی پہچان کیا ہے؟ امام نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ لَعْنَهُمْ أَزْوَاجَ الْحَسَنَيْنِ عَلَى الْبَيْتِ فَلَنُلْقِيَنَّ بِالْبَيْتِ ع۔

”اللہ نے حسینؑ و علیؑ کی اولاد کا گوشت شیروں کے لئے حرام کیا ہے۔ اس عورت کو شیروں کے آگے ڈال کر آزمائش کر لیں۔ جب عورت سے کہا گیا تو اس نے اپنے جھوٹے دعویٰ کا اعتراف کر لیا کہ وہ سید نہیں ہے۔“

اس کے بعد کسی نے متوکل سے کہا، آپ خود یہ تجربہ کیوں نہیں کر لیتے؟ اس نے تین (3) شیر منگوائے اور اپنے نعل کے تختے میں چھڑو دیئے۔ پھر امام علیؑ کو بلایا۔ اور پیچھے سے گھٹ بند کر دیا۔ شیر اتنا زور سے دھاڑ رہے تھے کہ کان بھرے ہونے لگے۔ جب آدمؑ محسوس کر گیا کہ شیر جس پر چڑھنے لگے شیر باطل خاموش ہو گئے۔ امام کے گرد آ کر گھومتے لگے۔ امام بھی اپنی آستین کے ساتھ ان کی چوہ پر ہاتھ بھرتے رہے۔ پھر شیر سکون سے زمین پر بیٹھ گئے۔ اور امام آرام سے ڈبے پر چڑھ گئے۔ سارے درباری یہ منظر دیکھتے ہی رہ گئے۔ امام کچھ دیر تک متوکل سے گفتگو کرتے رہے۔ واپسی پر امام عالی مقام اسی راستے سے اترے شیروں نے وہی فرماں برداری کا سلوک کیا۔ اپنی کمر پر امام کا دست شفقت بھر دیا۔ اور امام باہر نکل گئے۔

فَاتَبَعَهُ الْمُتَوَكِّلُ بِخَافِئَةٍ وَعَظِيمَةٍ

"متوکل نے امام سے متاثر ہو کر بڑا ڈر سے ان کی خدمت میں بھیجا کیا"

دوسرا واقعہ

آگے ان تجربہ کی کہتے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام کی نسل سے یحییٰ بن عبد اللہؑ انھیں بن حسنؑ انھیں بن الحسنؑ امام علیہ السلام جب جان بچانے کے لئے وطم فرما رہے تھے تو گرفتار کر کے واپس دربار رشید میں لائے گئے۔ رشید نے انھیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ مگر بڑے حوض میں پھینک دیئے گئے جہاں بھوکے شیر بند تھے۔ لیکن شیروں نے امام کی نسلؑ کو کچھ نہ کہا۔ کمانے سے باز رہے۔ وہ آپ پر حملہ آور ہونے سے ڈرے تھے اور آپ کے پہلو میں پناہ لیتے تھے۔

(حوالہ مذکورہ ص 255)

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْحُكْمَ

سورہ بقرہ کے شان نزول کے بارے میں صحیح حدیث ہے کہ عاص بن دہل باب بنی حکم سے حرم میں داخل ہو رہا تھا۔ اندر سے حضور ﷺ نکل رہے تھے۔ دروازے پر دونوں کی ملاقات ہوئی چوہ چاہیں دوئیں۔ قریشی سرداروں نے پوچھا عاص اس سے باتیں کر رہے تھے؟

لَئِنْ ذَلِكِ الْاَوْتَرُ
"وہی نسل پر نہ"

یعنی نبی ﷺ کا بھی چند ہی روز قبل، چنانچہ حضرت خدیجہؓ سے ثقافت ہوا۔

(تفسیر بغوی سورہ آلکاف)

حمار ابن جبر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دشمن (شامی) کے بارے میں اختلاف ہے کسی نے کہا۔ * عاص بن دہل * کسی نے ابو جہل کہا * کسی نے عقبہ بن ابی معیط کا نام لیا۔

کوثر سے مراد ہر طرح کی خیر کثیر حضور ﷺ کو عطا ہوئی وہ نیا اور آخرت میں ایک خاص خیر یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ سے آپ کی نسل جاری رہے گی۔ قیامت تک آپ کے دشمنوں کی نسل کا نام دشمنان نہیں رہے گا۔

ای طرح جنہوں نے کہہ دیا میں آپ کے خاندان کو کوئی قسمی سے مٹانے کی کوشش کی۔ نوے (90) سال حکومت کرنے کے بعد ان کو اپنے ہی حکم نام ہوئے۔ ان کی نسل کا بھی کوئی نام دشمن نہ رہا۔ سب رسول ﷺ سے باغی موجود ہیں، سید موجود ہیں، عیال و ملو موجود ہیں، قریشی موجود ہیں، صفی موجود ہیں، مگر اموی کوئی نظر نہیں آتا۔ خدا نے آپ ﷺ کے دشمنوں کو بھی بے نام کر دیا۔ اور آپ ﷺ کے دشمنان اہل بیت کو بھی ذلیل و رسوا اور کم نام کر دیا۔ آج کے سید بھوتے ہوں یا بے مسلمانوں میں پھر بھی احترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی اموی دہلی بھی کرے کہ وہ سچا خدا کی ہے۔ اس کا کوئی احترام مسلمانوں کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہ بے زست نسل رسول ﷺ کی، کہ قیامت تک خدا نے انھیں باقی رکھی اور عزت سے بھی نوازا۔ نسل رسول ﷺ اترتے ہوئی۔

صرف حسین علیہ السلام ہی کیوں تھے؟

حدیث نمبر ۱۱۱

جو آدمی شریعت اسلام میں گہری بصیرت رکھتا ہے اس کیلئے یہ سوال عبث ہے۔

سیرۃ نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ میں اس کی مثال موجود ہے۔

عامۃً یبکی بکسبہ کہتے ہیں۔

وَحَسْبُ إِلَهٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ يُعَلِّمُهُ وَبَيْنَا يَشُدُّهُ اللَّهُ

”عبداللہ بن جعفر نے امام حسین کو خدا دکھا، اس میں وہ امام کو خیر دار کر

رہے تھے اور اللہ کا واسطہ دے رہے تھے۔“

فَحَسْبُ إِلَهٍ

”امام نے اپنے بچاؤ اور تاج کو خدا کا جواب دکھا۔“

لَقِيْنِي رَأَيْتُ الْوُفُوْا وَرَأَيْتُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اَمْرِيْنِ يَا مَوْلا اَنَا

ماضی ۱۲ (سیرۃ امام علیہ السلام ص 297)

”میں نے خواب میں رسول ﷺ کو دیکھا ہے اور مجھے آپ نے

جو حکم دیا ہے اسی کی تعمیل میں جا رہا ہوں۔“

نواسر رسول ﷺ کو اتفاقاتِ اعلام (خواب پریشان) نے دھوکہ

نہیں دیا تھا کیونکہ وہ تو اللہ سے تلخیر قلب و نظر کی نعمتِ عظمیٰ پا چکے

تھے۔ حسین علیہ السلام نے وہی اقدام کیا جس کا حکم انہیں دربارِ نبوت سے

مل چکا تھا۔ اس پر انہیں تحملِ شرحِ صدر حاصل تھا۔

ہمارے بعض لوگ محض کے پٹانوں سے ان حقائق کو پرکھنے کی کوشش

کرتے ہیں۔

۱۱۱ بائیں زکوٰۃ سے جنگ کیلئے صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو شرح

صدر حاصل تھا۔

۱۱۲ جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہا جیسے سب لوگ تجربائے ہوئے تھے کہ کلہ کو

نمازیوں سے جنگ کیونکر جاتا ہے؟

۱۱۳ ہمیشہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی پر صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شرح صدر حاصل

تھا۔ باقی سارے صحابہ تذبذب تھے۔

۱۱۴ سب صحابیہ پر حضور ﷺ کو شرح صدر تھا۔ جبکہ صحابہ کرام علیہ السلام

پریشان تھے کہ کیوں کفار مکہ سے اب کر شرارتِ تسلیم کی جائیں۔

۱۱۵ صحیح بخاری میں حدیث ہے مروان ملعون عید کی نماز پڑھانے کے

بجائے۔ عید گاہ میں سیدہ خاتمہؓ پر چڑھ بیٹھا تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

نے بھرتے مجمع میں مروان کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

غَيْرُ نَعْمَ وَاللّٰهُ

خدا کی قسم اتم نے سنتِ پیغمبر ﷺ کو بدل ڈالا ہے۔

(حدیث نمبر 956)

اب وہی کہے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ کو کیا پڑی تھی؟

خودخواہ یہ کہہ کر کوہے۔ جبکہ بے شمار صحابہ اور صحابہ کی اولاد میں خاموش

جنسی تھیں۔

۱۱۶ کیا ایسا اعتراض کرنے والا شخص درست ہوگا؟

۱۱۷ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حق کوئی قابلِ ستائش ہے؟

بالکل اسی طرح امام حسین علیہ السلام کا سینہ اللہ نے کھول دیا تھا کیونکہ اس وقت وہ خاندانِ نبوت کے واحد پیوت اور شریعت کی پاسداری کے علمبردار تھے۔ وہ روحِ قرآن سے پوری طرح واقف تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

لَوْلَا يَنْهَاهُمْ الرُّسُلُ وَالْأَنْبِيَاءُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَالْجَلِيمَ
الْشُّحْتُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (المائدہ: 63)

”کیوں ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہ پر زبان کھولنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے؟ یقیناً بہت سی برا کارنامہ زندگی ہے جو وہ تیار کر رہے ہیں۔“

اس حکمِ خداوندی کا مصداق اور کہاں ہوتا؟ کیا امام حسین علیہ السلام ان قرآنی احکام کو جانتے ہو بیٹھے کسی غار میں بیٹھ کر چلہ لکھی کرتے؟

یامیدانِ کارزار میں اتر کر دنیا کو شہادت کے ذریعے جیتا کر قرآن کا منشا برائیوں کے خلاف چپ سا روہ لینا نہیں ہے۔

بلکہ خدا کے باغیوں سے ٹکرا کر ان کے سر حکومت کو توڑنا اور پاش پاش کرنا ہے۔ اور ان کی نام نہاد مسلمانی کا پردہ چاک کرنا ہے۔

عبداللہ بن جعفر کے دو (2) بیٹے امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ شہید ہوئے امام زین العابدین کہتے ہیں۔

وَقِيلَ مَعَ الْقَسْبِيِّ مُحَمَّدٌ وَعَوْنُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ
بِأَبِي طَالِبٍ۔

”حضرت حسین کے ساتھ ان کے بھتیجے محمد اور عون بھی شہید ہوئے جو عبداللہ بن جعفر کے بیٹے تھے۔“ (سیر اعلام النبلاء)

یہی عبداللہ امام حسین علیہ السلام کو روکنے والوں میں تھے جب ان کے پاس آ کر کسی نے افسوس کیا کہ حسین علیہ السلام سے ہمیں کیا ملے؟ تو ان جعفر نے اسے جوتا مارتے ہوئے کہا۔

يَا بَنِي الْحَنَاءِ! إِنَّ الْقَسْبِيَّ يَقُولُ هَذَا؟

”اے گندی عورت کے بیٹے! کیا حسین علیہ السلام کی شان میں یہ کہو اس کرتا ہے؟“

وَالْفَقِيْرُ شَهِدَنِي أَنَّهُ خَبَّبْتُ أَنْ لَا أَقَارِفُهُ خَشِيَ أَهْلًا مَعَهُ
”خدا کی قسم! اگر میں وہاں ہوتا تو بھی حسین علیہ السلام سے جدا نہ ہوتا، میں ان کے ساتھ مر جانا پسند کرتا۔“

میں اپنے ہاتھوں سے اگر حسین کا ساتھ نہیں دے سکا۔ چلو میرے دو بیٹوں نے جان قربان کر کے مجھے حوصلہ دیا ہے۔ (المہذب والنبایہ، 593/8، الکامل لابن حجر، ص 540)

لعاب بخیر، حسینؓ کے منہ میں

حدیث نمبر ۱۴۲

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَأَلْتُ الْحُسَيْنَ عَنِ ابْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَذَلِكَ أَنَّهُ سَأَلَ اللَّهَ حَوَاجَ يَوْمًا فَوَجَّهَنِي فِي الْمَسْجِدِ فَأَخَذَ بِيَدِي وَأَتَانَا عَلَى فُلْطَلَفٍ مَعَهُ خَتَمٌ جَاءَ سُوقُ بَنِي قَيْنُقَاقٍ فَلَمْ يَبْقَ فُلْطَلَفٌ وَ تَكَرَّمَتْ رَجْعَ وَ رَجَعْتُ مَعَهُ فَجَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ وَ احْتَسَى وَ قَالَ لِي: اذْهَبْ لِي لُحَاغَ قَاتِلِ حُسَيْنٍ يَسْتَنْدُ حَتَّى يَقَعَ فِي جَنْبِهِ ثُمَّ ادْخُلْ بَيْتَهُ فِي لَيْلَتِهِ وَسُئِلَ اللَّهُ فَيَقْعَلُ رَسُولُ اللَّهِ يُلْقِيهِ فَمَ الْمُحْسِنِ فَيُدْخِلُ قَاهُ فِي يَدِهِ وَ يَقُولُ اَللَّهُمَّ إِنِّي أَحْبَبْتُ قَاتِلَهُ

(بخاری حدیث صحیح الشیخ الاسلام و قول الذہبی صحیح مستدرک بحجم 1809)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں جب بھی حسینؓ کو دیکھتا ہوں۔ میری آنکھیں اٹھ بھر جاتی ہیں۔ کیونکہ ایک روز رسول اللہؐ اپنے گھر سے نکلے مجھے مسجد میں دیکھا میرا ہاتھ پکڑا سہارا لیا۔ میں آپؐ کے ساتھ چل دیا۔ بازار آئے۔ میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی گھوم بھر کر واپس آئے میں بھی ساتھ ہی لوٹ آیا۔ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اپنا صاف گرد باغہ کر بیٹھے۔ مجھے حکم دیا میرے بچے کو بلاؤ، حسینؓ بھاگتا ہوا آیا، اور آپؐ کی گود میں بیٹھ گیا، پھر آپؐ کی داڑھی سہاگ میں اچھا ڈال کر

کہتے تھے: آپؐ حسینؓ کے منہ میں اپنا منہ ڈالتے اور دعا فرماتے۔ "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔"

تشریح

حضرت ابو ہریرہؓ جب بھی حسینؓ کو دیکھتے انہیں ترس آتا کہ حسینؓ آج قیاموں کی طرح بے آسرا بھروسے ہیں، نہ لڑا نہ کرنے والے نااہل ہیں، نہ عمر و محبت کرنے والی ماں قاطبہؓ کی بیٹی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو ان کے ناز برداروں کا زمانہ یاد آتا تو آنسو پڑتا کہ کبھی حسینؓ سے پیار کرنے والے کو دو عالم میں کون ہے۔ حضرت حسینؓ جب سائے چھ برس کے تھے تو نا نا حضورؐ دنیا سے رخصت ہو گئے، جب ان کی عمر سات (7) برس ہوئی تو والدہ کی شفقت سے بھی محروم ہو گئے۔ شقیقؓ کی جدائی کا صدمہ تو بڑے بڑے لوگوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ مگر سات (7) سال کا بچہ تو صدمہ بہت محسوس کرتا ہے۔ کبھی تک جو خیرہ اردوں کی طرف بھٹوں کی آغوش میں مل رہا تھا۔ آج ان پیار بھری فضاؤں سے محروم، بے کسی کے عالم میں جی رہا تھا۔ بچپن ہی میں بڑے بڑے غم سہنے پڑے اور محبوب شخصیات کی جدائی کے صدمات برداشت کرنے پڑے۔

اللہ رب العالمین کے بعد صرف مہربان باپ حضرت علیؓ کا سر پر سایہ تھا۔ بھائی حسنؓ بھی اتنے بڑے نہ تھے وہ بھی بچے تھے۔

نعم صدیقؓ نصیب فراق مادر پر فرماتے ہیں۔

میں ترے بعد رہا دہر میں تجا تجا
گرچہ تھے والد مرحوم کے الخائف بہت
تیری شفقت کا خلا آج خلک پُر نہ ہوا
تو دہے عرش کے سائے میں ٹھہرے ہوں شفیق

حدیث مذکورہ میں حال حسینؑ دیکھ کے جیسے ابو ہریرہؓ آبدیدہ ہوتے، ویسے ہی دیگر کثرت رسالت کے پروانے بے تاب ہو جاتے۔ کیا ابو بکر صدیقؓ، کیا عمر فاروقؓ، اسی لئے تو عمر فاروقؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کی شکایت پر فرمایا تھا۔ تو کہتا ہے کہ میرا خلیفہ حسینؓ کے برابر نہیں مقرر نہیں کیا گیا۔ بیٹے اچانک ہی میں نہیں، میں تو حاشا کر کے لا۔ ان کے باپ جیسا باپ ڈھونڈ کر لا۔ ان کے نامہ رسولؐ جیسا نامہ تو پیش کر کے دکھا۔

واقعی حسینؓ کے نامہ رسولؐ نے حسینؓ سے گہری شفقت و محبت کے بہترین نمونے پیش فرمائے۔ جہاں ساری شریعت کے حضور رسولؐ امت کے لئے اسوۂ کامل ہیں۔ اسی طرح حب حسینؓ پر بھی قرآن کریم باخس ہے۔

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

”درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔“

یعنی جیسے نبی اکرمؐ حسینؓ کی غیر معاشی پرست بلواتے، اس سے پیار کرتے، ان کے رونے پر بے تاب ہوتے۔ اسی طرح ہر ایک حب و ذکر حسینؓ کی مسجد میں نہ کسی مولوی کی وہلہ میں یا حسینؓ کے منظر و مآثر کے سامنے بھی حضورؐ کی طرح بے چین ہو جانا چاہیئے۔ نام حسینؓ سن کر حضورؐ کی طرح دل میں جذبات محبت اچھلنے پانچیں۔ ان کا نام ہی ان کران کے حضور و درویش کا ذخیرہ عقیدت پیش کرے۔ جس کا رویہ اس کے خلاف ہو گا وہ اسوہ کامل کا بھی دو گنا نہیں ہو سکتا۔ جہاں دیگر سنتوں پر لوگوں سے جنگ و جدال کرتے پھرنا دین نظر آتا ہے۔ وہاں حضورؐ کی یہ سنت حب حسینؓ نظر نہیں آتی۔

حسینؓ کی ناز برداریاں

حدیث نمبر ۱۱۱

عَنْ عَلِيٍّ الْعَامِرِيِّ أَنَّ اللَّهَ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ إِلَى عَلِيٍّ دُعَا لَهٗ قَالَ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيَّ الْقَوْمَ وَ حُسَيْنَ مَعَ الْعِلْمَانِ بَلَعْبَ قَارَاذَ رَسُولُ اللَّهِ أَنَّنَّ يَأْخُذُهُ لَطْفُكَ النَّبِيُّ يَوْمَ هُنَا مَرَّةً وَ هُنَا مَرَّةً فَيَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ بِصَاحِبِكُمْ حَتَّى أَخَذَهُ قَالَ فَوَضَعَ إِخْدَى يَدَيْهِ تَحْتِ فَخْذِهِ وَالْأُخْرَى تَحْتِ ذَقْلِهِ فَوَضَعَ قَدَاةً عَلَى فِيهِ يَلْقِيْلَهُ لَقَالَ حُسَيْنٌ مِثْلُ قَتَا مِنْ حُسَيْنٍ أَخْبَتَ اللَّهُ مِنْ أَخْبَتَ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ بَسِطَ مِنْ الْأَسْبِطِ (مسند رک حاکم جلد دوم ص 1807، وقال الذہبی صحیح)

”یعنی رسولؐ حضورؐ کے ساتھ ایک دعوت طعام کے لئے نکلا۔ حضورؐ کو سب سے آگے بلائے، دیکھا تو حسینؓ دیکر بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آپؐ حسینؓ کو پکارنے لگے، تو وہ بچہ بھی دوڑ کر اوجھل جاتا ہے، کبھی اوجھل جاتا ہے۔ حضورؐ اسے پکارتے لگے، ہاتھ خروہ پکارتا گیا۔ حضورؐ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی گردن پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا۔ اپنا منہ مبارک اس کے منہ پر رکھا اور اسے چومنے لگے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ اللہ اس شخص سے خوش رہے جو حسینؓ سے محبت کرے۔“

اس روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے اگرچہ ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

سنن ابن ماجہ کے محقق محمد مصطفیٰ الاعظمی نے اسے حسن لکھا نیز کہا
درجۃ ثقات

اور اس حدیث کی تائید ابن ماجہ کی حدیث 130 سے بھی ہوتی ہے۔

اسنادیت کے نام پر کیا کر گئے حسین بن علی کے بار خاندان سے بچو نو

ہاں تو بنی ہاشم پر بھی یہ دعویٰ ہے کہ وہ سب سے تھے

پھر کے کون روکا قاتل کو قہر سے

انہما ہست میرے مذہب کا کے تھے
(سہیل مرثی)

حدیث نمبر ۱۴۴

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنِ ابْتَغَيْتُمَا فَقَدْ ابْتَغَيْتَنِي (اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات)
”حضور ﷺ نے فرمایا جس نے حسن و حسین سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا گویا اس نے مجھ سے دل میں بغض رکھا۔“

بغض پانے والے ابو جہل، ابولہب جیسے کافر تھے۔ حب نبی پانے والے، چاروں خلفاء، عشرہ مبشرہ، اہل بدر و احد و خندق و تبوک تھے۔ شارح ابن ماجہ مولانا محمد علی پاناز رحمہ اللہ نے اس روایت پر لکھا۔“

قَالَ أَبُو صَبْرٍ هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَجَدَّاهُ ثِقَاتٌ
گزشتہ روایت نمبر 135 پر لکھا۔

قَالَ أَبُو صَبْرٍ هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ وَجَدَّاهُ ثِقَاتٌ۔

(انما زالمایہ جلد اول ص 550)

تشریح

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : وَ هَذَا يُدَلُّ عَلَى أَنَّ مَحَبَّتَهُمَا قَرُوضٌ لَا رِيْبَ إِلَّا يُضَاهَى بِذَوْنِهَا

”یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حسین و حسین سے محبت کرنا فرض ہے، ان کی محبت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔“ (حوالہ مذکورہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کا فرمان کہ حسین مجھ سے ہے، قَالَ طَلْحَا بْنُ عَاصِمٍ كُنَّا مَعَهُ عَلِيمٌ يَتَوَرَّعُ الْوُحْيَ مَا سَبَّحْتُ حَدَّثَ بَيْنَهُ وَ

بَيْنَ الْقَوْمِ وَ بَيْنَ اللَّهِمَا كُنْزِي الْوَاحِدِي فِي وَجُوبِ
الْمَحَبَّةِ وَ حُرْمَةِ الشُّعْرِضِ وَالْمَحَارَبَةِ (حوالہ مذکورہ)
"قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا۔ حضور ﷺ نے حسین علیہ السلام کو اور
اپنے آپ ﷺ کو ایک ہی جسم قرار دیا۔ گویا آپ ﷺ کو وہی
کے نور سے پتہ چل گیا ہوگا۔ کہ میرے حسین علیہ السلام کو قوم کے درمیان
کیا حادثہ پیش آنے والا ہے؟ تمہی اس کی محبت واجب قرار دی اور
حسین علیہ السلام کے خلاف لڑائی کو حرام قرار دیا۔" (حوالہ مذکورہ)

بعض لوگ بچوں سے گھر کی چادر دیواری کے اندر ہی محبت کرتے ہیں۔

مگر حضور ﷺ نے حسین علیہ السلام سے محبت گھر کے اندر ہی نہیں کی، بلکہ سر عام،
جہاں سارے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کبھی خیر پر، کبھی گلیوں میں، کدھوں پر اٹھا
کر، کبھی جدے طویل کر کے، کبھی رانوں پر بٹھا کر، یعنی ہر وہ انداز محبت اپنایا، جو سب کو
معلوم ہو جائے۔ یہ کام فقیر نہ رکھا کہ کوئی نذر کر سکے کہ میں خیر نہ ہو سکی۔ محبت کھلا کر کبھی
دکھاتے رہے۔ اور زبان مبارک سے فرماتے بھی رہے۔ کہ ان میرے نواسوں سے ضرور
بالضرور ہر حال میں محبت و شفقت سے کام لیتا۔ انہیں ذرا دکھ نہ دینا۔ ورنہ میرا دل دکھاؤ
گے۔ کہیں اللہ کے اس فرمان کی زد میں نہ آ جاتا۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اتوبہ، 61)

"جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دیتے ہیں، ان کے لئے
دردناک عذاب ہے۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عالم خواب میں شہادت حسین علیہ السلام دیکھی

حدیث نمبر 149

عَنْ سَلْمَى قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى نَمٍ سَلَمَةَ بْنِ وَهَبٍ تَجِدُنِي
فَقُلْتُ مَا يَكُونُ؟ قَالَتْ: وَابَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَغِيْبِي فِي
الْعَنَامِ وَ عَلَى رَأْسِهِ وَ لَحْيَتِهِ التَّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ؟ قَالَ ﷺ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ أَيْضًا

سلمیٰ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تو وہ رو رہی
تھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کس وجہ سے رو رہی ہیں؟ انہوں نے
جواب دیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ
کے سر مبارک، اور داڑھی مبارک پر خاک پڑی تھی۔ میں نے
دریافت کیا، اسے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو کیا ہوا ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں بھی حسین علیہ السلام کی قتل کا دے آیا ہوں۔

معیار روایت

ماہی القاری بیہودہ نے لکھا ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح نہیں کہا۔

قُلْتُ لَكِنْ يَقُولُونَ خَيْرٌ مِنْ عُبَيْدِ بْنِ جَوْشَمٍ

اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت تھوڑی سی تھی ہے۔

جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کو خواب میں پریشان حال دیکھا تھا۔

اور ہاتھ میں خون کی شیشی تھامے اور فرار رہے تھے۔ سچ سے میں خون حسین علیہ السلام اس میں بیخ
کر رہا ہوں۔

(اس روایت کو علامہ مہالبانی بیہودہ نے صحیح الا ستاد کہا)

خامہ ذہنی نبیؐ نے لکھا ہے۔

شہر بن حوشب نے کہا

میں حضرت ام سلمہؓ (زوجہ اقصیٰ علیہ السلام) کے پاس حجابِ قتلِ حسینؓ کی

خبر ان تک پہنچی۔ وہ پکارا جس۔

قَدْ قُتِلَ مُحَمَّدًا؟

کیا واقعی انہوں نے یہ کہہ ڈالا ہے؟

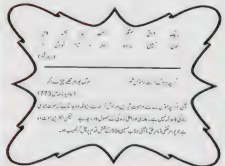
پھر بدعا میں وہی ہوئی ہے بوش ہو کر زمین پر گر گئیں۔

اور یہ کہہ رہی تھیں۔

مَلَا اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَهَوَّيْنَهُمْ قَارًا

"اللہ ان کے گھر اور ان کی قبریں آگ سے بھر دے۔"

(سیر اعلام النبلاء، دوم، ص 318)



تاریخ ہجری 1773

1773

یہ ساری باتیں اس کتاب کے مصنف نے اپنے دور میں ہی لکھی ہیں۔ ان کے بعد کے دور میں ان کی تصدیق ہو گئی ہے۔ ان کے بعد کے دور میں ان کی تصدیق ہو گئی ہے۔

صرف ام سلمہؓ ہی کیوں راویہ ہیں؟

حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کا نقل حسینؓ پر اتنا شدید رد عمل کیوں ظاہر

ہوا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ انہی سے گھر ہوتے تھے کہ آجانی فرشتے آ کر بار بار نقل

حسینؓ کی خبریں دیتے دیتے اور حضور ﷺ اپنے حسینؓ کو کچھ دیکھ کر روتے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ کی آنکھوں کے سامنے یہ سب مناظر تھے۔

(کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ بیک وقت نو (9) ازدواجِ مطہرات میں سے صرف

حضرت ام سلمہؓ کے گھر یہ واقعات کیوں پیش آئے؟ یہ بھی اللہ کی خاص نعمت تھی کہ

حضور ﷺ کی تمام ازدواجِ واقعہ کا بلا سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ صرف ایک

ام سلمہؓ ہی نے اس حادثہِ فاجدہ کو اپنی زندگی میں پایا تھا۔ اس لئے قدرت نے ان کے گھر

کا انتخاب کیا اور انہی کو شاید بتایا۔ انہی کو کہ باقی مٹی حضور ﷺ نے دی۔

اور فرمایا ہے: تمہارا رکھو جب مٹی خون بن جائے تو کچھ لے کر تمہارا میرا حسینؓ شہید

کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں حسینؓ کے بارے میں تمام پیش گوئیاں

حجابِ نبوت ہوئیں اور انہوں نے اپنی زندگی میں دیکھ لیں۔

یہ بھی نبی ﷺ کے اہل بیت میں سے ایک زبردست دلیل ہے۔ جو عقلی فرمایا تھا۔

سب کچھ بعد میں درست نکلا۔

یہ نبی اکرم ﷺ کے سچے نبی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔)

یہ ساری باتیں اس کتاب کے مصنف نے اپنے دور میں ہی لکھی ہیں۔ ان کے بعد کے دور میں ان کی تصدیق ہو گئی ہے۔ ان کے بعد کے دور میں ان کی تصدیق ہو گئی ہے۔



اہل بیت کی طہارت اور پاکیزگی

حدیث نمبر ۱۴۴

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ فِي بَيْتِي نَزَلَتْ: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ (سورۃ الاحزاب: 33)
قَالَتْ: فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيَّ عَلِيٌّ وَ فاطمة وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ فَقَالَ ﷺ هَلْ لَكُمْ مِنْ بَيْتٍ أَهْلُ بَيْتِي
(متدرک 5/1767، قال الذہبی بیہود علی شرط البخاری)

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن کی یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی۔" (الذہبی تو یہ چاہتا ہے کہ تمام اہل بیت محمدی ﷺ سے گند کی کوہر کرے، اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔"

پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں حضور نے علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا (دو آئے) تو فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں۔

اسی حدیث کی تائید امام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صبح نبی ﷺ گھر سے نکلے آپ ﷺ نے کالے بالوں کا مکمل اودھ رکھا تھا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے۔ انہیں مکمل میں پھینکا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آئے، انہیں بھی اپنے مکمل میں پھینکا پھر آپ ﷺ نے وحی آیت 33 ات فرمائی۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ (حوالہ مذکورہ، قال الذہبی علی شرط البخاری و مسلم)

اسی سے متعلق حدیث امام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ بھی آئی ہے۔

قَدْ كُنْتُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اللَّهُ أَكْوَرُ كِسَاءً هُوَ عَلِيٌّ عَلِيٌّ وَ فاطمة وَ حَسَنُ وَ حُسَيْنُ فَقَالَ ﷺ: اللَّهُمَّ هَلْ لَكُمْ مِنْ بَيْتٍ أَهْلُ

بَيْتِي فَأُذِيبُ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَ عَطِرُهُمْ تَطْهِيرًا
(ان تہذیبہ بیہود لم یکن فاصبا، ص 78)

امام ابن الجوزی بیہود یہ روایت لائے ہیں۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَّ جَلَلُهُ عَلَى الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ وَ عَائِشَةَ وَ فاطمة كِسَاءً ثُمَّ قَالَ ﷺ اللَّهُمَّ هَلْ لَكُمْ مِنْ بَيْتٍ أَهْلُ بَيْتِي وَ عَائِشَةُ أَذِيبُ عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَ عَطِرُهُمْ تَطْهِيرًا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ هَلْ لَكُمْ مِنْ بَيْتٍ أَهْلُ بَيْتِي فَقَالَ ﷺ: اللَّهُمَّ هَلْ لَكُمْ مِنْ بَيْتٍ أَهْلُ بَيْتِي
(الشمعۃ ۱/۱۷۶، قال ابن حجر)

امام ابن الجوزی بیہود نے لکھا:

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِذَا سَبَّلَ عَنْ عَلِيٍّ رِيحٌ وَ أَهْلُ بَيْتِهِ قَالَ أَهْلُ بَيْتٍ لَا يَكْفُؤُ بَعْضُهُمْ أَحَدًا
(حوالہ مذکورہ)

"امام احمد بن حنبل بیہود سے جب بھی علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے بارے میں سوال ہوا انہوں نے بیہود میں یہی جواب دیا، اہل بیت کو کسی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یعنی اہل بیت کے ہم پیکر نہ کیا گھرائیں گے۔"

اسی لئے امام ابن جوزی بیہود ہیں خرافہ عین میں چل کر تے ہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ عَمَّتْ أَهْلَ الْبَيْتِ نُورًا وَ جَعَلَ عَلَيْهِمْ حُدُودًا
يَكُونُ الرِّجْسُ وَ سُورًا قَدْ ذُكِّرُوا بِذَلِكَ الْقَبِيلَةِ تَلَقَّوْا حُجُورًا۔

"پاک ہے وہ ذات جس نے اہل بیت کو نور کی چادر پہنائی۔ اور ان کے ارد گرد حندق اور دیوار گھڑی کر دی جو انہیں گند کی سے بچاتی ہیں۔ روز قیامت وہ خوشیوں اور مسرتوں سے نوازے جائیں گے۔"

مزید لکھتے ہیں۔

كَانَتْ قَاطِفَةً بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَآخِ ابْنِ النَّاسِ رَاقِيَةً وَكَانَ عَلِيُّ
أَعَزُّ الْخَلْقِ عَلَيْهِ وَجَعَلَ اللَّهُ وَبَعَثَهُ مِنَ الذُّبِّ وَوَلَدِيهِ قَاطِفًا
أَخْضَرَهُمُ الْخَلْقُ عَدَا عِنْدَهُ وَلَدِيهِ أَكْرَمَهُمُ إِكْرَامًا عَظِيمًا
مُؤَفَّرًا (وَكَانَ سَعْيُكُمْ مُشْكُورًا) (مولانا ماکڑ)

”حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو سب لوگوں سے زیادہ پیاری
تھیں۔ علی رضی اللہ عنہ ساری مخلوق سے زیادہ انہیں عزیز تھے۔ ان کے
دونوں بیٹوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کو اللہ نے حضور ﷺ کیلئے دنیا
کے خوشبودار پھول بنالیا ہے۔ کل روز قیامت جب حق تعالیٰ انہیں
اپنے پاس حاضر کرے گا تو انہیں عظیم الشان عزت و تکریم سے
نوازے گا۔ اور فرمائے گا تمہاری سچی و جھوٹی بات قدر قرار پائی۔“

اس نظریے کی تصدیق۔ حدیث عاشقین رضی اللہ عنہما کرتی ہے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا

سے پوچھا کیا
أَتَى النَّاسُ كَمَا أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَتْ قَاطِفَةً
بَيْنَ قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَوَجْهِهَا
”حضور کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
فرمایا۔ پھر پوچھا کیا۔ مردوں میں سے کون محبوب پیغمبر ﷺ
تھا؟ فرمایا۔ فاطمہ کا شوہر جو بہت روزے رکھنے والا اور بہت شب
زودہ دار تھا“ (مستدرک حاکم جلد ۱ ص 1733 بخاری صحیح الاسناد)

خود پیغمبر اسلام ﷺ حسین رضی اللہ عنہ کی سواری سے
حدیث نمبر ۱۱۱

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ
فَكَانَ يُصَلِّي قَاطِفًا سَجْدَةً وَتَبَّ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَى
طَهْرِهِ وَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ أَخَذَهُمَا فَوَضَعَهُمَا وَضَعًا زَلِيلًا
قَاطِفًا عَادَ عَادًا فَلَمَّا صَلَّى جَعَلَ وَاحِدَهُمَا وَوَاحِدَهُمَا
وَجَعَلَهُمَا قُلُوبًا بَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلَا أَذْهَبَ بِهِمَا إِلَى أَبِيهِمَا؟
قَالَ ﷺ لَا. فَزَعَزَعَتْ بَرْقَةً فَقَالَ ﷺ الْخَفَا بِأَيْدِيكُمَا قَمَاتَا
رَأَا يَمْشِيَانِ فِي حُوتَيْهَا عَنِّي ذَعَلَا

(مسند ابی حاکم پنجم ص 1795، و قال اللہبی صحیح)
”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ہم حضور ﷺ کے ساتھ

نماز عشاء پڑھ رہے تھے۔ دوران نماز جب آپ ﷺ کعبہ سے
میں جاتے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اوڑھ کر آپ کی کمر پر سوار ہو جاتے۔ جب
آپ کعبہ سے اٹھتے تو ان دونوں کو پکڑ کر آہستہ سے زمین پر بٹھا
دیتے۔ جب آپ ﷺ دوبارہ کعبہ سے میں جاتے یہ پھر وہی کام
کرتے۔ نماز مکمل کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ایک ایک کو ایک طرف
اور دوسرے کو دوسری طرف بٹھا لیا۔ میں نے حاضر ہو کر عرض کی۔ یا
رسول ﷺ! اگر اجازت ہو تو ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس
چھوڑ آؤں؟ فرمایا۔ نہیں، پھر آسانی نکلی چکی تو آپ ﷺ نے
دونوں سے کہا۔ اب اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ۔ وہ چلے جا رہے
تھے بجلی کی روشنی برابر جاری تھی کہ وہ گھر کے اندر داخل ہو گئے۔“

اس حدیث میں آپ نے دیکھا کہ بچوں کا نمازی کے اوپر چڑھنا۔
 بظاہر بری چیز معلوم ہوتی ہے اور نمازی کی توجہ ہٹانے کا باعث ہے۔
 لیکن صاحب شریعت نے کتابتِ سبق آموز وہ اپنا کیا کہ بچوں کو اٹھانا
 کرتے ہیں مگر نماز خراب کر دی ہے۔ حاد کے والدین کو سرزنش کی
 کہ دوران نماز بچوں کو قافہ کیوں نہیں رکھتے۔
 پھر آپ ﷺ انہیں کمر بستہ سے اتار کر زمین پر بٹھادیے ہیں۔
 انہیں دھکائیں دیتے۔ حاد کی حرکات سے پریشان ہوتے ہیں۔
 ابو ہریرہؓ نے لکھا کہ اب بچوں نے نماز میں حضور ﷺ کو سنا یا ہے
 لہذا انہیں گھر چھوڑنے کی اجازت آپ ﷺ نے فرمادینے دی۔
 اندھیرے میں آسمانی بجلی اُلٹنے لگی کسی چمکانی کردوں بھائی اس
 کی روشنی میں اپنے گھر داخل ہو گئے۔ یہی ممکن ہے اللہ کی طرف
 سے یہ خاص کرشمہ جو بچوں کو نصیب ہوا۔ درندہ آسمانی بجلی مسلسل
 نہیں چمکتی بلکہ دھتے دھتے سے چمکتی ہے۔

اس حدیث کی ہمارے موضوع سے تعلق یہ بات ہے کہ حضور ﷺ
 اپنے چچوں کو اسوں سے سخت شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ ہند کی رب
 میں خشوع و خضوع کی کمی برداشت کر لی۔ مگر رب کی ان نعمتوں
 (نواہوں) کو رنجیدہ و گرتا گوار نہ کیا۔ بچے بھی کیا کمال تھے جو اپنے
 نانا ﷺ کو اپنی سواری (مرکب) بنانے رکھتے تھے۔ نبی ﷺ
 بھی کیا تعلیم تھے۔ جو اپنے لڑکوں کو اپنے اوپر سوار رکھ رکھتے تھے۔

جنگِ بدر میں حضور ﷺ صاف سیدھی کرتے ہوئے سوانہ نامی صحابی کے پیٹ پر
 لنگڑی سے چوکڑا کر فرماتے ہیں۔ صف میں سیدھے ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگا حضور ﷺ!
 آپ کو اللہ نے حق اور عدل کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے تکلیف دی ہے، مجھے
 بدلہ دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لو اپنا بدلہ۔ حضور ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا
 مگر سوا دھوس نصیب نے فوراً آپ ﷺ کا پیٹ مبارک چوم لیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا
 سوا! ایسا کیوں کیا ہے؟ کہا حضور ﷺ آپ جنگ دیکھ رہے ہیں۔

فَارِذْتُ أَنْ يَكُونَ أَحَبُّ الْعَقِيدِ بَلَكَ أَنْ يَمُوتَ جَلِيدِي جَلِيدَكَ
 "میں نے چاہا تھا کہ تیرے رخصت ہوتے وقت آخری عہدہ کا کھنڈہ میرا
 جسم آپ کے جسم اطہر سے لگ جائے۔ (تا کہ مجھے ہزار جہنم نہ چھو سکے)"
 نبی اکرم ﷺ نے اس کے اس جذبہ کی قدر کرتے ہوئے اسے دعائے خیر
 سے نوازا۔ (موسوۃ الغزوات الکبریٰ اول ص 98)

□ عمارہ بن یزیدؓ نے بوقتِ شہادت اپنے رشتہ دارے نبی ﷺ کے
 پاؤں سے لگا کر اپنے تھے۔ (زین العابدینؓ اول ص 106، بحوالہ ابوالاعدا)

۔ غل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
 یہی دل کی حسرت بھی آرزو ہے

□ ایسے واقعات کی روشنی میں غور فرمائیں، صحابہ کرام اپنے نبی ﷺ
 کے بدن سے معمولی چھو جانے کو فلاحِ اخروی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔
 اب حسینؓ کے بارے میں غور فرمائیں جن کے جسم اکمل
 رسول ﷺ کے جسم سے ملے رہتے تھے۔ ان کی سعادت و خوش
 بختی اور خوش نصیبی کو کوئی شک نہیں کہ انہیں ہرگز نہیں۔

حسینؑ منزل موعود پر

حدیث نمبر ۱۱۱۱

قُلْنَا أُحِبُّكَ بِحُسْنِي رَجُلٍ قُلْنَا: مَا اَسْمُ هَذِهِ الْأَرْضِ؟
قُلْنَا: تُحْرَمَاءُ لَقَدْ رَزَقَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ حُرُوبَ وَبَلَاءَ وَ
فِي دَوَائِقِهِ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ أَرْضَ حُرُوبٍ وَبَلَاءَ
”شہادت سے قبل جب امام حسینؑ دشمن کے کرتے میں آئے تو
پوچھا یہ کونسی زمین ہے؟ ساتھیوں نے بتایا یہ تمام کر رہا ہے۔ امامؑ
نے فرمایا اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہی فرمایا ہے۔ یہ مصیبت
اور آزمائش کی جگہ ہے۔“

دوسری روایت میں فرمایا۔ رسولؐ نے ہی فرمایا۔

(کنع الرواہ خمس 219 وقال رواہ الطبرانی باسنادہ و رجال
احد بائعات)

تشریح

اس حدیث کو ابتدائی چاروں احادیث کی روشنی میں مزید دیکھیں تو جو پیش گوئیاں
شہادت حسینؑ پر کی گئی تھیں۔ انہی کے پیش نظر امام حسینؑ جانتے ہوئے فرما رہے
ہیں کہ رسولؐ نے ہی فرمایا تھا کہ میری شہادت کا وہ ارض ”کرہا“ ہے۔ اس یقین
کیساتھ پورے اطمینان قلب سے کہ باطن شہادت پیش کر دی۔

□ اب علامہ ابن عسکون جیسے مورخین کی بات کہاں درست ٹھہری کہ امام حسینؑ
دینی لحاظ سے کامیاب ہیں اور دنیاوی لحاظ سے ناکام۔ ہمیں حیرت ہے ایسے مورخین پر جو
فطرت حق سے غافل رہتے ہیں۔ مگر کفر و باطل میں کیا یہ اصول حقیقت اور حق ہوگا۔

باطن سے نکلے آج تک بلکہ نوح و ابراہیمؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ امام حسینؑ امام ابوحنیفہؑ
امام مالکؑ امام احمد بن حنبلؑ امام شافعیؑ امام ابن تیمیہؑ مجدد الف
ثانیؑ شاد و ساجد شہیدؑ امام حسنؑ امام حسینؑ شہیدؑ سید قلب شہیدؑ سید ابوالاعلیٰ
مودودیؑ شہید و مجرم کیا یہ سارے حق پرست دنیاوی طور پر ناکام رہے؟ جیسے امام حسینؑ
کے بارے میں بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔

يَحْيِي النَّبِيُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَهُ الرَّحْلُ وَالسَّيِّ وَ مَعَهُ الرَّحْلَانِ
وَأَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ (رواہ احمد و اسناد صحیح، حدیث 11496)

”قیامت کے روز ایک نبی آئے گا، اس کے ساتھ ایک سیاحی ہوگا
اور دوسرا نبی آئے گا اس کے ساتھ دوسری سیاحی ہوں گے۔“

□ اب اس حدیث کی رو سے کوئی ابن عسکون کو پوچھ سکتا ہے؟ کیا یہ خدا کے
نبیؐ اور نہ نبیؐ کا نام لگے ہیں؟ انہیں ایک ایک اور حقیقت مل سکے۔ تَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ!
سید مودودیؑ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ حق بھی ناکام نہیں ہوتا۔ ناکام وہ
ہوتے ہیں جو حق کو قبول نہیں کرتے۔ ایسے مورخین کو دہریہ طرف سے سات سلام۔ ہمیں تو
محدثین کرامؑ پر بازو ہے جنہوں نے صحیح احادیث رسولؐ کی خاطر اپنی جانیں خطرے
میں ڈال کر امت کو روشنی فراہم کی ہے۔ جیسے خلافت قرآن کی ذمہ داری خود اللہؑ نے
اپنے سر لی ہے۔ ویسے ہی اپنے آخری منبرؐ کی احادیث بھی محفوظ کرادیں۔

محدثین کرامؑ کا کردار

① کیا امام بخاریؑ کو مسلموں نے رد نہیں بھرایا۔ پریشان ہو
کر اللہؑ سے التماس کرتے ہیں کہ مولائے زمین اب میرے لئے ٹھک کر
دی گئی ہے۔ مجھے اپنے پاس بلائے۔ امام ترمذیؑ اپنے استاد امام

بخاری بخیر کے ہم میں روتے روتے تاجو ہو گئے اور اسی صدمے سے
وقات پا گئے۔

(۱۲) امام نسائی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے
ہیں۔ امام صاحب نے دمشق پہنچ کر "الحصان فی فضلی
علیہ السلام" تعریف کی تو شامیوں نے آپ کو روند ڈالا، اور مار پیٹ
کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ پھر کسی طرح مکہ مکرمہ پہنچائے گئے۔
جہاں حدیث کا یہ روش چراغِ حق اور ضربوں کی تاب نہ لاکر اپنے
خالقِ حقیقی سے چلا۔ (شرح بلوغ المرام ج ۲ ص ۹۸۲)

بے مثال سخاوت حسین رضی اللہ عنہ

امام ابن ابی الدین رحمہ اللہ نے ذکر کیا۔

(۱۳) ابو سعید بن کبر کے بزرگ کے پاس ان کا عماد اور بیٹائی علاقے سے آیا۔ اس نے
کہا۔ میرے چچا زاد سے قتل ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے وارثوں سے کہا کہ آپ ہم سے
خون بہائے لیں اور مقتول کے وارث مان گئے ہیں۔ میرے خاندان نے سارا بوجھ مجھ پر
ڈال دیا ہے۔ میں یہاں قریش قبیلے سے تعاون کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میرے لئے کھانا
تیار کیا گیا تھا کہ اگر ہم جنگ کو قریش کے بہترین سردار کے پاس جائیں تو رسول اللہ ﷺ کی
بیٹی کے فرزند ہیں۔ ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے، دو گھر نہ گئے۔ ہم غلط (بھلا) کے
مقام پر ان سے جا ملے۔ ہم نے کہا: ہم تمہاری میں آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی
آپ کے پاس آ دی ہیں۔ امام بزرگ ہو گئے۔ دیر سے ٹپک لگا کر کھڑے ہو گئے۔

پھر میں نے التجا کی اسے عاجز اور بدست رسول اللہ ﷺ میرے چچا زاد سے قتل ہو
گیا۔ وارث خون بہا رہی ہو گئے ہیں۔ میں آپ کے قریش قبیلے سے مدد طلب کرنے آیا
ہوں۔ میں نے سوچا۔ جہاں آپ سے کروں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اس ندا کی جس

کے قبیلے میں حسین کی جان ہے۔ میرے گھر میں ایک بھی دینار و درہم نہیں ہے۔ اس وجہ سے
بازار جا کر کھرکا سودا بھی نہ لاسکا۔ بہر حال آپ مجھے طاقتور آدمی نظر آتے ہیں۔ میرے
محبت میں فصل کٹائی کا وقت ہو چکا ہے۔ وہاں چلے جاؤ کارکنان کے ذریعے پوری فصل
کٹوا کر اس سے لحد کمال کر مٹی میں لٹا دو اور ان کا خون بہاؤ کر دو۔ اس کے بعد آپ
کو کسی سے سوال کرنے کی حاجت باقی نہ رہے گی۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر
قربان! میں ایسے ہی کروں گا۔ امام حسین نے اسے محبت کے گھرانے کے نام خط لکھ کر مجھے حتما
دیا۔ تحریر تھا کہ قتل بن غلام آ رہا ہے۔ ساری فصل اسے کاٹ لینے دو۔ اسے روکنا نہیں
کیونکہ یہ میں اسے عطیہ دے چکا ہوں۔ یہ آدمی گیا۔ فصل کٹوائی۔ پھر اسے فروخت کیا۔
میں (20000) ہزار درہم حاصل ہوئے۔ بارہ (12000) ہزار خون بہا کے ادا کئے۔
باقی آٹھ (8000) ہزار اس کے پاس بچ رہے۔ (موسمہ ابن ابی الدین ج ۱ ص ۵۱۹)
(۱۴) وفاتِ علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ، باپ کی طرف سے سالانہ پچاس (50)
غلام آزاد کرتے۔ حسن رضی اللہ عنہ کے بعد، حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی سالانہ پچاس غلام اپنے باپ
علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے آزاد کرتے۔ (حوالہ مذکور ص 510)

امام حسین رضی اللہ عنہ کی عاجزی اور انکساری

امام ابن ابی الدین رحمہ اللہ نے یہ روایت بھی کی ہے۔

مَوَاتِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ نَسَطُوا بَشَاءَ وَ
بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حِصْرًا فَقَالُوا هَلُمَّ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ فَهَوِّنْ وَرَحْمَةً
وَقَوْلًا (وَأَنَّه لَا يُجِيبُ الْمُتَكَبِّرِينَ) (السلح 23) لَا تَخْلُفُ عَنْهُمْ
لَمْ يَلْقَ الْفَقْدَ فَخَسَنَتْكُمْ فَأَجَبْتُمْ بِي. فَقَالَ لِلرَّجُلَاتِ بَغِيضِي
أَمْرًا أَنْتُمْ جِئْتُمْ بِي خَسَنَتْ لَكُمْ عَوْنِي (حوالہ مذکور ص 558)
"امام حسین رضی اللہ عنہ ایک بار قیدیوں کے پاس سے گزرے جو زمین پر

چادر بچا کر دینی کے کلوے بکھیر کر بیٹھے تھے۔ امامؑ فرما کر آتے دیکھ کر بے تلفظ پکارے گئے۔ اسے امامؑ بڑا! آئیے کھانا کھائیں۔ امام صاحب نے اپنی سواری کو موڑا۔ اترے اور قرآن کریم کی آیت پڑھی۔ ”بے شک اللہ بکھیر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ زمین پر بیٹھ کر ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ میں نے تمہاری دعوت قبول کی۔ اب تم میری دعوت قبول کرو۔ جب وہ فقراء وقت مقرر پر گھر آئے تو امام صاحب نے اپنی بیوی سے کہا۔ رہا اب جو کچھ تو نے کھانے پینے کے لئے جمع کیا ہے۔ وہ لے آؤ۔

امام حسینؑ کو یہ تربیت حضور ﷺ سے ملتی تھی۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُغْلِسُ عَلَيَّ الْأَرْضَ وَيَأْكُلُ عَلَيَّ الْأَرْضَ وَيَعْقِلُ الشَّاةَ وَيُجِبُّ دَعْوَةَ الْمَسْكُوكِ عَلَيَّ حَبْرُ الشَّجِيرِ (رداء الطهرانی اکبر جلد 12 ص 53 اسناد حسن) ”رسول ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، بکری خود بانہہ لیتے۔ قلام کی دعوت مان جو میں پر قبول کر لیتے تھے۔“

شجاعتِ حسینؑ

حاجہ ذکیؒ کہتے ہیں۔

عزم کی کونایت (تاسوما) کو جب دشمن کا لشکر قریب آیا۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباسؓ سے کہا خدا را ان سے مل کر چڑھیں۔ کیا ارادہ ہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہمارے پاس ہمارے امیر کا تحریری حکم نامہ آ گیا ہے کہ آپ کو ہتھیار ڈال دیں۔ اور (Surrender) اعانت قبول کر لیں۔ ورنہ ہم جنگ کریں گے۔ امامؑ نے کہا آئی رک جائیں، ہم رات کو غور کر

لیتے ہیں۔ وہ چلے گئے۔ اسی ماہِ شوال کی رات کو امامؑ بیڑے اپنے ساتھیوں کو بلایا۔ انھیں دیا اللہ کی حمد کی اور فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ کل دشمن آپ سے جنگ کریں گے۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں، میری طرف سے تم سب آزاد ہو۔ رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا ہے۔ صاحبِ بہمتؑ لوگ میرے خراسان کو بھی ساتھ لیں۔ مخلوقِ مہتاب سے نکل جائیں۔

وَأَنْتُمْ أَشَدُّ بَغْلًا بَنِي لَهْوًا وَأَوْثَرُ لَهْوًا عَنْ عِلْمِكُمْ

”بے شک دشمن صرف میرے خون کا پیاسا ہے۔ صبح جب وہ مجھے

یہاں موجود پائیں گے۔ تو آپ لوگوں کو بھول جائیں گے۔“

فَقَدْ أَهْلُ بَنِيهِ. أَلَيْسَ اللَّهُ بِغَدَّكُ وَاللَّهُ لَا تَغَارُفُكَ وَفَإِنْ

أَضَاعْتَهُ عَذَابُكَ

”امام کے اہل بیت نے کہا۔ خدا ہمیں آپ کے بعد دُعا نہ رکھے۔

اللہ کی قسم! ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ اس طرح آپ کے دگر

ساتھیوں نے کہا۔“ (سیر اعلام النبلاء، ص 351)

تشریح

اہلِ بصیرت کہتے ہیں کہ امامؑ نے دشمن سے ایک رات کی مہلت نہ مانگی تھی۔ بلکہ انہوں نے اہلِ کربلا کے اندھیرے میں اہلِ جانے کا موقع فراہم کیا تھا اور دشمن کو ایک رات کی مہلت دے کر انہیں غور و خوض کا وقت فراہم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نہ مہلت سے آپ کے ساتھ بہتر (72) نفوس چلے گئے۔ مگر میدانِ کربلا میں شہید ہونے والے قریباً پانچ سو چالیس (140) تھے۔ رات کے اندھیرے میں دشمن کے لشکر سے آ کر امام کے ساتھی بن کر شہید ہو گئے۔ انہیں نظر آ گیا تھا کہ لشکر بڑے باطل پر ہے۔ اور امام عالی مقام حق پر ہیں۔

اب جو بات امامؑ پر کی طرف منسوب ہے کہ تین (3) شرانگہ پیش کی تھیں۔ امام ذہبیؒ نے اس مذکور بیان سے کوئی میل نہیں کیا تھا۔ وہ تاریخ کی بنیادی شرانگہ ہیں۔ اور

یہ ایک عظیم محدث ذہبی رحمہ اللہ کی تحریر ہے۔ ان تین (3) شرائط کا ثبوت ذمہ قرار دیا ہے۔ نہ اتفاقاً صحیح ہے۔ ہماری اس کتاب کی ابتدائی صحیح احادیث ان شرائط کی تائید نہیں کرتی۔ ذیل القدر نو اسرار رسول ﷺ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ باطل کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ یہ نواسہ اس رسول ﷺ کا ہے جو یوم یوم کے دن میدان جنگ میں، وہاب مسلمان لشکر میں بھگدڑی گئی تھی۔ برابر اپنے چہرہ کو دشمن کی طرف بڑھا رہے تھے۔ اور آواز بلند کر رہے تھے۔

أَنَا الشَّيْخُ لَا تَحْذِرُوا أَنَا أَيْمُنُ عَبْدُ اللَّهِ الْخَلِيلُ

"میں خدا کا چاہی ہوئی ہوں۔ میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔"

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 4317)

بہادر و عظیم رسول ﷺ کا نواسہ بزدل نہیں ہو سکتا۔ اور بالخصوص جسے جنت کے جوانوں کا سردار ہونے کا خدائی نائل ملا ہو۔

گفتن نبوت کا کل سرسیدی باطل کو مطلوب تھا۔ Most Wanted Person یا اعزاز اور کوئی کیسے پاسکتا تھا۔

جس وجہ سے کوئی عقل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے یہ جان تو آتی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں

التجائے حسین علیہ السلام بخضر حق تعالیٰ

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، میدان کربلا میں دس محرم کی جب صبح ہوئی۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔

"اے اللہ! ہر مصیبت میں تو ہی میرا سہارا ہے۔ ہر مشکل میں تجھی سے امید ہیں۔ آج جس جگہ میں کھڑا ہوں صرف تیرا آسرا ہے۔ ہر نعمت کا تو ہی مطا کرنے والا ہے۔ ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔"

(سیر اعلام النبلاء، موسم 301)

عالم ابن عیسیٰ اسماعیلی رحمہ اللہ نے خطبہ امام کے یہ جملے نقل کئے۔

اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ حضرت! اسرار معاملہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ دنیا بدل چکا ہے۔ تنگی کی صف پیٹ دی گئی ہے۔ دنیا میں معمولی تنگی رہ گئی ہے، جیسے پانی کا گلاس خالی کر دیں تو نیچے ڈرا سا پانی رہ جاتا ہے۔ زندگی برباد شدہ چراگاہ کی طرح ہو گئی ہے۔ تم دیکھو حق پر عمل پیرا ہو گئی نہیں۔ ہاں، باطل کے کام نہیں لیتا۔ ایسے حالات میں مومن تو اپنے رب سے ملاقات کو پسند کرے گا۔

وَرَبِّي لَا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا مُتَعَادَةً وَالْخَبَاءَ مَعَ الظَّالِمِينَ
إِلَّا جُرْمًا

"میں تو اپنے لئے موت ہی کو سعادت اور خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو بھی جرم اور گناہ تصور کرتا ہوں۔"

(معاذ آبادیاء، دوم ص 48)

تشریح

امام عالی مقام کے آخری دونوں جملے ان کے مقصد خروج کو واضح کر رہے ہیں۔ کہ چارہ اندوہ خالمانہ نظام کے تحت مرد مومن سکون سے زندگی نہیں گزار سکتا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایرانی کو یزید باز دور کے جو امام بیٹے نے کیا۔ یا زبان سے برا کیے، شبلیہ کے الفاظ پر غور کریں کہ تنگی کی بے ادالت دی گئی ہے۔ ہاں، حالانکہ اسلام دنیا میں عادلانہ نظام لے کر آیا اور خالمانہ نظام کا خاتمہ کیا۔ حضور ﷺ کے اور خلفاء و راشدین کے قائم کردہ نظام عدل کو پھر بغیر و کسری کی طرز پر ڈال دیا گیا۔ جس کا بھرم کھولنے کے لئے حضور ﷺ کے گمراہے کوئے کے آگے پاڑا۔ جو مصلحتوں سے بالاتر ہو کر مقصد نبوت کو اچا کر کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اللہ قرآن میں حکم نکلا اور واضح حکم دیتا ہے۔

"وَإِنْ خِفْتُمْ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ فَتَقَاتِلُوا فَإِذَا خَلَوْا بِمَنْتَهُمَا فَإِنْ م

بَعَثُوا إِحْدَهُمَا عَلَى الْآخَرَى فَقَاتِلُوا أَيْتِي تَعْلِي حَتَّى تَقُتِلَ
إِلَى أَقْرِطِ اللَّهِ" (انجرات: 9)
"اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے
درمیان صلہ کر دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر
زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کی
کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔"

اسنے بڑے واضح حکم خداوندی کے ہوتے ہوئے۔ باقی گروہ سے لڑ کر راہ راست
پر لانے کے بجائے بعض نے اس باقی گروہ کو مجتہد کے درجے پر بشاد یا۔ اور خود غیر جانبدار
ہو کے گوشہ نشین ہو گئے اور خاموش تماشا بی بن بیٹھے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے
غیر جانبداروں پر فرض بنتا تھا کہ جو خلافت راشدہ سے ٹکرائے۔ اسے سیدھا کرتے اور
خلافت راشدہ کو مستحکم کرتے۔ وقتی مصلحتوں کا شیا زہ بعد میں اہل مدینہ نے واقعہ حرو کی
صورت میں ممکن۔ خانہ کعبہ کو چلانے والوں کی بعد میں کچھ آئی تین وقت پر اہل کوفہ جو ظلم
سے ڈر کر امام حسین علیہ السلام سے تقریں پھیر گئے اور شہادت حسین علیہ السلام کے بعد تو ان کی آنکھوں
کھلیں۔ اگر برائی کو ابتداء میں بکڑ لیتے تو مکہ و مدینہ اور کوفہ کی یہ سزا نہیں نہ سہتا پڑتیں۔ اور
خلافت راشدہ سے ہمیشہ کیلئے امت مسلمہ محروم نہ ہو جاتی۔

یہ غیر جانبداری کی بنیادی آج تک مسلمانوں کو گمراہی پر ڈالے ہوئے ہے۔ جس
کی وجہ سے تمام مسلم ممالک کے اکثر حکمران فیض انیس زبانی ویدکار و ظالم و جاہل و فاسق و
فاجر چمکے ہوئے ہیں۔ اور مدتوں سے اسلام کیلئے بدنامی کا سبب بنتے ہوئے ہیں۔

محمد شین کرام کا شان اہل بیت میں نذرانہ عقیدت

محمد شین کرام نے جو اپنی تالیف کردہ کتب حدیث میں، شان اہل بیت پر باب
باندھے ہیں ہم صرف انہی کو نقل کر دیتے ہیں۔

کتب فضائل اصحاب اہل بیت علیہم السلام

باب مناقب علی بن ابی طالب القزینی القنیشی

ابن الحسن (باب 9) صحیح بخاری

باب مناقب قزیزہ رسول اللہ ﷺ وَ مَنَاقِبُ

فاطمۃ علیہا السلام بنت الحسن علیہ السلام (باب 12)

باب مناقب الحسن والحسين (باب 22)

باب من فضائل علی بن ابی طالب علیہ السلام

4 (صحیح مسلم)

باب فضائل الحسن والحسين (باب 8)

باب فضائل فاطمة بنت النبی علیہا الصلاۃ

والسلام (باب 15)

مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام (ابواب

المناف، جامع الترمذی)

مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی

طالب علیہ السلام (ابواب المناف، جامع الترمذی)

مناقب اہل بیت النبی ﷺ (ابواب المناف،

جامع الترمذی)

[۱۴]۔ امام زبائی رحمۃ اللہ علیہ

سنن زبائی میں مستقل باب تو فیض باعد ما کر موصوف نے منقش احادیث اہل بیت ذکر کی ہیں۔ نصاب امیر المؤمنین علی رحمۃ اللہ علیہ بن ابی طالب مرتب کرنے پر شامیوں سے اتنی مار کھائی کہ وہی سب موت بن گئی۔

[۱۵]۔ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب مناقب میں: قول علیہ السلام للحسن بن علی، ان ابی ہذا سید (المسند دوم للحمیدی) کان الحسن بن علی شبہ لہی رحمۃ اللہ علیہ مناقب الحسن باب فضائل علی بن ابی طالب ابی الحسن الهاشمی رحمۃ اللہ علیہ (شرح السنۃ 14 جلد)

[۱۶]۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مناقب اہل الرسول رحمۃ اللہ علیہ

مناقب ابی محمد الحسن و ابی عبداللہ الحسن ابی علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ

مناقب فاطمۃ الزہراء رحمۃ اللہ علیہا

[۱۷]۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

فاطمۃ اصغر بنات رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ آجیہن إلیہ قلدات یقا لہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ، رسول اللہ کی سب سے چھوٹی بیٹی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیاری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی محبت کی وجہ سے سب سے پہلے ان کا ذکر کرتا ہوں۔

الحسن بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ یکتی ابا عبداللہ (المعجم الکبیر جلد 22 ص 397)

[۱۴]۔ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ

فضائل علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ (المصنف جلد 11 ص 136)

مآء فی الحسن والحسین رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ص 162) مآذکر فی فضلی فاطمۃ رحمۃ اللہ علیہا ابنۃ رسول اللہ

(ایضاً ص 184)

[۱۵]۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

کتاب اخبارہ رحمۃ اللہ علیہ عن مناقب الصحابة ذکر فاطمۃ الزہراء بنت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

و رحمۃ اللہ علیہ (صحیح ابن حبان جلد 15، ص 401) ذکر الحسن والحسین سبطی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایضاً ص 409)

[۱۶]۔ امام عبد الرحمن البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابواب مآء فی ذکر اولادہ رحمۃ اللہ علیہ و آل بیت الطاہرین و زوجاتہ امہات المؤمنین رحمۃ اللہ علیہن (الفتح

الربانی شرح مسند احمد، جلد 22 ص 92)

[۱۷]۔ عائدہ الحاکم نیساپوری رحمۃ اللہ علیہ ذکر بیان الفرائض ان امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ (المستدرک الحاکم جلد ۳ ص 1766)

من مناقب اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایضاً ص 1767) ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(ایضاً ص 1773)

و من مناقب الحسن والحسین ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایضاً ص 1790)

۱۴۱۔ حاتم بن ابی اسحاق

باب فی ذکر علی بن ابی طالب (المصنف جلد 11 ص 144)

باب ذکر الحسن علیہ السلام (ایضاً ص 204)

۱۴۲۔ حاتم بن ابی اسحاق

باب فی فضل اهل بیت علیہم السلام (مجمع فروغی ص 182)
باب ماجاء فی الحسن بن علی علیہ السلام (ایضاً ص 199)
باب مناقب الحسن بن علی علیہ السلام (ایضاً ص 215)

۱۴۳۔ علامہ ابن ابی شیبہ

مسند الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (جامع المسانید دوم ص 103) مُسند الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام (ایضاً ص 104) مسند علی بن ابی طالب (ایضاً ششم، 123) مسند فاطمة بنت رسول اللہ علیہا السلام (ایضاً ششم ص 324)

۱۴۴۔ علامہ ابن حجر عسقلانی

علی بن ابی طالب الهاشمی (الاصابة فی تمييز الصحابة چهارم ص 464)
فاطمة الزهراء علیہا السلام بنت امام المتین رسول اللہ علیہ السلام
الهاشمیة (ایضاً ششم ص 262)الحسن بن علی بن ابی طالب الهاشمی
سیط رسول اللہ و زین العابدین امیر المومنین ابو محمد (ایضاً دوم ص 60)الحسن بن علی بن ابی طالب الهاشمی ابو عبد اللہ
سیط رسول اللہ علیہ السلام و ریحتمہ (ایضاً ص 67)

۱۴۵۔ علامہ ابن ابی شیبہ

علی بن ابی طالب الهاشمی (الاصحاب فی معرفة الاصحاب سوم ص 197)

فاطمة بنت رسول اللہ علیہا السلام (ایضاً چهارم ص 447)
الحسن بن علی بن ابی طالب الهاشمی (ایضاً اول ص 436)

الحسن بن علی بن ابی طالب (ایضاً ص 442)

۱۴۶۔ ابن ابی شیبہ
فی ذکر محبة اصحابہ علیہم السلام و الله و قرابته و اهل بيته و ذریته (المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیہ دوم ص 527)۱۴۷۔ امام شافعی
علی اور حسین علیہ السلام حق پر ہے۔ (نیل الاوطار دوم ص 1580) فقال اهل البی۱۴۸۔ امام زبیری
سيرة ابي الحسين علي بن ابي طالب (سير اعلام النبلاء، سيرة الخلفاء ص 223)فاطمة بنت رسول اللہ علیہا السلام (ایضاً دوم ص 118)
الحسن بن علی بن ابی طالب (ایضاً سوم ص 245)

الحسن الشہید علیہ السلام، الامام الشریف الکامل (ایضاً سوم ص 280)

□ علی بن ابی طالب تمام محدثین نے "باب فی فضائل اہل بیت" پر ہاتھ لگایا ہے، یا ان کے بارے میں احادیث مختلف اور متعدد مقامات پر درج کر دیں۔

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com